می گیت
ب فرمائش جناب ماسٹر حمزہ خاں صاحب جذبی نظامی

ڈیڈیکیشن

میں اپنے اس مختصر سے تحفہ کو اپنے زندہ دل قابل اور محترم دوست
منشی سید گلاب میاں صاحب پرائیویٹ سکرٹری حضور دربار پالن پور
دام اقبالہ کے نام نامی پر بیادگار حسن عقیدت و محبت معنون کرتا ہوں
اور اپنے ہمدرد قوم روشن خیال معزز دوست سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ دعا فرمائیں
کہ قوم کے شوقین نوجوانوں میں اسے درجہ مقبولیت حاصل ہو اور مجمع الاشعار غنچہ
راگ و نغمہ راگ کی جگہ ان میں ان نظموں کا رواج ہو۔ قوم کے امرا اپنے
ہارمونیم اور پیانو پر اس کی غزلیں سنیں۔ قوم کے صوفی قوالوں کو انہیں
یاد کرا کے سنیں اور پھر حال پر حال لائیں مولود خوان اور واعظ اس پر
اپنے گلے کا ہنر دکھلائیں اور ان سے وہ کرامت ظاہر ہو کہ در و دیوار سے
قوم قوم کی آواز آنے لگے۔ اور یہی صلہ میری اس ناچیز محنت کا ہوگا۔
جو میں نے نظموں کو جا بجا سے جمع کرنے میں اٹھائی ہے۔

نیازمند خاموش

التماس

قومی شاعروں سے

حضرات! اپنی اس قسم کی تصنیفات آپ میرے پاس بھیجکر ممنون فرماتے رہیں تاکہ میں اس قسم کا مجموعہ اس سے بہتر مرتب کرکے اس سلسلہ کا دوسرا حصہ دوستوں کی ضیافت طبع میں پیش کروں۔

(انشاءاللہ) غزلیں ہر بحر میں ہوں اور مختصر ۔۔

خادم مؤلف

نورِ الٰہی

طالب بنارسی
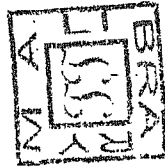
نوٹ۔ اگر یہ نظم وعظ یا لکچر کے شروع کرنے سے پہلے خوش الحانی سے پڑھی جاوے تو سامعین کے دل گداز ہو کر نصیحت قبول کرنے کو تیار ہو جاویں گے۔

(مؤلف)

سلطانِ شرق جس دم تختِ فلک پہ آیا — جب فوجِ اختری کو خورشید نے بھگایا
لیلائے شب نے ڈنکا جب کوچ کا بجایا — جب حکم مہر و مہ نے عزل و نصب کا پایا

لایا ہر ایک ذرہ ظاہر ظہور تیرا
خورشید میں کہ چمکا جو تھا وہ نور تیرا

جب رات کا اندھیرا عالم پہ آکے چھایا — خورشید نے افق میں جب بستر لگایا
قندیل ماہ لیکر زنگیِ شب جو آیا — جب فرش چاند تاری کا چرخ نے بچھایا

انجم دکھا رہا تھا ظاہر ظہور تیرا
ہر نجم کی ضیا میں روشن تھا نور تیرا

جب باغ میں گیا میں گلگشت کو بہانے — نکلے شجر کے پتے تیرا پتا بتانے
سوتے تھے جو سبزہ چادر فلک کی تانے — جاگ اٹھے اک سرے سے سب نام حق جگانے

گاتے تھے گلستاں میں نغمہ طیور تیرا
جس گل کا چہرہ دیکھا اس پر تھا نور تیرا

یوں شوق بگولا یا لہرا کے سوئے دریا — پیاسے کو جس طرح سے ہو جستجوئے دریا

تھا غرق بحر حیرت میں دو بدوئے دریا — جن گوہروں سے افزوں تھی آبروئے دریا

اُن میں بھی غائبانہ دیکھا ظہور تیرا

دُرِّ خوشاب میں بھی ظاہر تھا نور تیرا

بالائے کوہ جب میں مانند کوہ آیا — سنگ و شرار دونوں کو ایک ساتھ پایا

باندھے کمر کھڑا تھا کوہ گران خدایا — تحمید کا مصلّا صحرا کو تھا بنایا

جلوہ دکھا رہا تھا جو کوہ طور تیرا۔

اُس پر بھی ہر موسیٰ چمکا تھا نور تیرا

جب چھوڑ کر کلیسا سوئے کنشت آیا — حسن صنم کا عالم روئے صنم پہ آیا

گویا خدا نے ہاتھوں اپنے اُسے بنایا — اُسکی جھلک سے جھک کر مدح زبان پہ لایا

حسنین گنج تیری ہے دام نور تیرا

دیر و حرم میں یکساں پھیلا ہے نور تیرا

جب دشت پر خطر میں مانند قیس بھٹکا — آنکھوں میں ہر بگولا کانٹے کی طرح کھٹکا

خود رو گلوں نے بھی واں دامن تجھ سے جھٹکا — نکلی صدائے اشہد غنچہ جو کوئی چٹکا

جیتا تھا ہر درندہ نام ظہور تیرا

نور شہاب میں تھا درخشندہ نور تیرا

صحرا میں بھی خضر نے پایا نشان تیرا — کشتی میں وجد کرتا تھا بادبان تیرا

اورنگ حسن قدرت تھا آسمان تیرا — جلوہ دکھا رہا تھا سارا جہان تیرا

پھیلا جلال پایا نزدیک دور تیرا

اندھا تھا خود وہ جس کو سوجھا نہ نور تیرا

تو رنگ بن کر ظاہر یا بو بنا چھپا تھا — تیری چمک نہیں تھی تو پھر گلوں میں کیا تھا
دیر جہاں میں دیکھا جس مہ جبیں کا ماتھا — اس کی جھلک میں لیکن پرتو ترا پڑا تھا

اس جسم زار میں بھی کچھ تھا ظہور تیرا
کہتے تھے روح جس کو ہم تھا وہ نور تیرا

جب شمع انجمن میں ہمدم جلا کے لائے — پروانے لو لگائے جانسوزین کو آئے
پروانہ جان کی تھی دم بھر نہ جینے پائے — کیا شے تھی شمع جسکو رکھتے تھے سر چڑھائے

روشن تھا اس میں جلوہ رب غفور تیرا
تھا شمع کی جلا میں رخشندہ نور تیرا

جب کان میں گئے ہم اک لطف آ رہا تھا — دیکھا کہ اختر و نکو ہیرا چمکا رہا تھا
نیلم سے چرخ نیلی چکرا یا جا رہا تھا — ہر لال لالہ رویوں کو خون رلا رہا تھا

تھا ان جواہروں میں حسن وفور تیرا
جسم بلور میں بھی لامع تھا نور تیرا

ہے خاکدان خالی ہے آسمان خالی — گر تو نہیں تو ہیں سب کون و مکان خالی
تجھ سے نہیں خدایا کوئی جہان خالی — کافی ہے رمز داں کو تیرا نشان خالی۔

قایل تھا زندگی بھر جس طرح نور تیرا
طالب بھی دیکھتا ہے ہر شے میں نور تیرا

(طامس مور)

مولود النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

(از شمس العلما حالی)

نوٹ: یہ نظم اس موقعہ پر پڑھنی ہے جبکہ دوران تقریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر آگیا ہو اور رسالت کی برکت ثابت کرنی ہو سامعین پر وجدانی وجد طاری ہوجاتا ہو

(مولف)

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت — بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت — چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت — کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت

یہ چالیسویں سال لطف خدا سے
کیا چاند نے کھیت غار حرا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کو کام آنیوالا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولےٰ

خطاکار سے درگزر کرنے والا　　بد اندیش کو دل میں گھر کرنیوالا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا　　قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا　　کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا　　پلٹ دی بس اک آن میں اسکی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی　　عرب کی زمیں جس نی ساری ہلادی
نئی اک لگن سب کو دل میں لگادی　　اک آواز میں سوتی بستی جگادی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا　　حقیقت کا گر اُن کو اک اک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا　　بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دئے ایک پردہ اٹھا کر

رباعیات

کیا رحم سے ہے رحم میں پالا تونے بچوں کو دیا دودھ کا نالا تونے
جب دانت نکل آئے تو جگ کر داتا روزی کا دیا روز قبالا تونے

(بسمل)

جب دانت نہ تھے دودھ پلایا تونے دانتوں کی ہی چکی کو لگایا تونے
کمزور ہوا جسم تو چکی ٹوٹی چکی کی زبان کو نہ بھلایا تونے

(بسمل)

رتبہ تو ہر ایک بشر نے پایا پایا پر احمد مرسل کا نہ پایہ پایا
بسمل آنکھوں میں رکھہ چھپا کر وہ نور سائے نے کہیں جس کا نہ سایہ پایا

(بسمل)

یارب تری رحمت کا طلبگار ہوں میں غافل ہوں سیہ بخت سیہ کار ہوں میں
کافی ہے ترے فضل کا اک آدہ اشارا گولاکھ زمانہ میں گنہگار ہوں میں

(راقب)

نہ آرزو ہے ہمیں عیش کے منانے کی نہ آرزو ہے ہمیں دعوتیں اڑانے کی
جو پیاس ہے تو ہے راقب لب آب نے کی پیاس جو بھوک ہے تو ہے بھوکوں کے غم کے کھانیکی

(راقب)

بر قوم بہ میر زندگانی این است — کاوش بطلب کہ کامرانی این است
صد بار بجوں دل بغلطید ان روز — تدبیر حیات جاودانی این است

خواجہ دل محمد

مے خانہ میں آئے تو لڑائی دیکھی — مسجد میں گئے تو ہاتھا پائی دیکھی
ریفارمروں میں ہے تنازعہ برپا — ہے وصل میں صورت جدائی دیکھی

شیخ نور محمد

غیر ممکن ہے کہ اٹھ جائے دلیل و بحث سے
جو چلا آتا ہے باہم اہل مذہب میں خلاف

ہو نہیں سکتا مطابق جبکہ دو گھڑیوں کا وقت
رفع ہو سکتے ہیں پھر کیوں کر ہزاروں اختلاف

تنگدستی کے ہاتھوں سے میں گھبراتا ہوں
اور در غیر پہ جاتا ہوا شرماتا ہون

ہاتھ پھیلانے میں محتاج کو غیرت کیا ہے
شرم اتنی ہے کہ بندہ ترا کہلاتا ہون

نہ کر حساب ہمارے گناہ بیحد کا — الٰہی تجھکو غفور الرحیم کہتے ہیں
کہیں عدو نہ کہیں دیکھکر مجھے محتاج — یہ اُن کے بندے ہیں جنکو کریم کہتے ہیں

غزل

از مولوی الف دین صاحب

پلیڈر

نوٹ مسلمانوں میں اتفاق کی ضرورت بیان کرتے ہوئے اس کو دردناک آواز میں پڑھو
اور دیکھو پھر کیا اثر ہوتا ہے

(مؤلف)

مزا جب ہے رہیں گر ہم دو قالب ایک جان ہوکر
اگر روٹھے کوئی اُس کو منالیں مہربان ہوکر

سکھایا ہے ہمیں اسلام نے یہ کس فصاحت سے
کہ مسلم سب ہیں آپس میں یکدل یک زبان ہوکر

سرِ مو بھی نہیں ہے فرق شیعہ اور سُنّی میں
مٹا دیں ساری جھگڑے مولوی گر درمیان ہوکر

نِکمّا کرکے چھوڑا ہمکو آپس کی خصومت نے
اُمنگیں سب کی دل ہی میں ہیں درد نہاں ہوکر

وظیفہ آج کل یہ ہوگیا ہے قوم کا اپنی
بگڑنا بولنا لڑنا جھگڑنا بدزباں ہوکر

کیا بغداد کو برباد اپنی خانہ جنگی نے

مٹایا نام عنصر ناطہ کا بے نام و نشان ہو کر

کبھی ہم تھے کہ ڈنکا تھا ہمارا سارے عالم پہ
وہی ہم ہیں کہ اب پھرتے ہیں بے نام و نشان ہو کر

چڑھی جاتی ہیں قومیں غیر معراج ترقی پہ
مگر ہم ہیں کہ بیٹھے ہیں نحیف و ناتواں ہو کر

یہی حالت اگر چندے رہی تو دیکھ لیجئے گا
یہاں سے بھی نکلنا ہوئیگا بے خانماں ہو کر

میسر اُن کے بچوں کو نہیں ٹکڑا گدائی کا
لحد میں سو رہے ہیں جو شہ ہندوستاں ہو کر

خدا حافظ ہے ایسی قوم کا جس کی یہ حالت ہے
سسکتا ہے کوئی کوئی پڑا ہے نیم جاں ہو کر

نفیس اپنی تو گذری جس طرح لیکن دعا یہ ہے
فدائے قوم کہلائیں یہ بچے نوجواں ہو کر

غزل

ازمولوی عبدالمجید صاحب پلیڈر سیالکوٹ

نوٹ مسلمانوں کی شادی بیاہ کی فضول خرچیوں کی بُرائی کرتی ہوئے یہ اشعار پڑھو (**مؤلف**)

ہم رسومات میں کرتی ہیں وہ بیجا اسراف
کہ کسی قوم میں ہوتا نہیں ایسا اسراف

اپنی ہر بات نرالی ہو انوکھا ہے ڈھنگ
کام ادھورا ہی سہی اس میں بھی پورا اسراف

صرف بیجا ہوئے سب موت کی تقریبوں میں
بیاہ شادی میں کئے ہم نے نہ کیا کیا اسراف

پاس اب کچھ نہ رہا جس سے بسر ہو اوقات
ایسی حالت میں بھی پر ہم سے نہ چھٹا اسراف

بخل کر وقت سخا وقت سخا بخل مدام
اپنا اسراف بھی ہے سب سے نرالا اسراف

عیش و عشرت میں تو اسراف کی حد کوئی نہیں
پر کبھی قوم کے کاموں میں نہ دیکھا اسراف

غزل

ازمولوی عبدالمجید صاحب پلیڈر سیالکوٹ

نوٹ۔ جہاں اشاعت اسلام کا ذکر ہو رہا ہو وہاں یہ اشعار پڑھو سامعین نہایت محظوظ ہونگے (**مؤلف**)

جس سے صحرائے عرب باغ بنا وہ کیا تھا
جس سے اس ملک کی بدلی تھی ہوا وہ کیا تھا

خاک میں عظمت اصنام ملائی جس نے
کفر و الحاد کا گھر جس سے مٹا وہ کیا تھا

تیغ سے جس کی سر شرک ہوا تن سے جدا
بت پرستی کا بجا جس سے دیا وہ کیا تھا

نور توحید ہوا جس سے یہاں لمعہ فگن
ہند میں جس نے جلایا یہ دیا وہ کیا تھا

چین میں جس کی بدولت ہے ظہور اسلام
جس کے پرتو سے فروغ اتنا ہوا وہ کیا تھا

اندلس میں ہیں نشان جس کی اولوالعزمی کے
جا بجا جس کے ہیں آثار بپا وہ کیا تھا

جس نے دنیا کی مسلمانوں کو شاہی دی تھی

یہ شرف جس نے کیا اُن کو عطا وہ کیا تھا
بول بالا ہوا اسلام کا جس سے ہر سُو
جس نے عالم میں نکو کام کیا وہ کیا تھا
کام جیسے جس نے کئے کیا تھی وہ دولت اپنی
وہ حمیت تھی جمعیت تھی جمعیت اپنی

غزل

از چودھری خوشی محمد صاحب بی اے

مقام عبرت ہے دورِ گردوں ذرا بصیرت کی آنکھ وا کر
فلک کے پردے میں ساز کیا ہے کبھی تو یہ راگنی سُنا کر
خدا کی عادت رہی سدا لا یغیر اللہ ما بقوم
مگر بدلتی رہی ہیں قومیں عمل کی پاداش یہ پا کر
جو قوم سے لو لگا رہے ہیں وہ نقدِ جاں کو لٹا رہے ہیں
وہ کاخِ ملت بنا رہے ہیں بنائیں اپنے گھروں کی ڈھا کر
ہیں جن کے سینوں میں دل پتھر کے تو وہ مشکلوں سے نہیں جھجکتے
ہیں مثلِ پروانہ سر پٹکتے وہ عشق میں بال و پر جلا کر
ہیں اور وہ گرتے پڑتے جاتے ترقی میں ہیں بڑھتے جاتے

ہیں بام دولت پہ چڑھتے جاتے کمند ہمت لگا لگا کر

الٰہی خیر اپنے قافلہ کی نہیں جسے فکر مرحلے کی
پڑے ہیں مست خواب اب بھی سوتے ہیں جنکو سب نے جگا جگا کر

کچھ ایسی قسمت ہوا انکی پھوٹی کہ اوج عزت کی آس ٹوٹی
ابھی تو شاخ مراد سے یہ گرے ہیں جھولا جھلا جھلا کر

یہ دولت و ملک کامرانی تو سب بہاریں ہیں آنی جانی
مگر یہ سیلاب کی روانی تو لے گئی دین و دل بہا کر

دلوں میں اپنے نہاں ہیں کینے بھرے ہیں بغض و حسد سے سینے
یہ رہ گئے قوم کو ڈبونے وہ گنج الفت لٹا لٹا کر

غزل

از چودھری خوشی محمد صاحب بی اے

خدا کی رحمت ہو اہل دیں پر جو قوم کا غم ہیں کھانیوالے
مجالس ان کی سجانیوالے سفر کی زحمت اٹھانیوالے

ہو صدر بزم اپنے فخر ملت وہ ملتوں کو ملانے والے
چہار یار اور پنجتن کی کدورتوں کو مٹانیوالے

ادیب قومی خطیب قومی حبیب قومی طبیب قومی

زبان معجز بیان کا اپنی جہاں ہیں سکہ جمانیوالے
وہ اپنے اخوند ذو المعانی لسان اسلام خواجہ عالی

بتوں کی الفت چھڑانیوالے وہ قوم کی لو لگانیوالے
رہے سدا ہم پہ ظل عالی الٰہی پیران زندہ دل کا

وگرنہ عالم میں پھر نہ دیکھیں گو صورتیں زبانیوالے
ہے سخت قحط الرجال ہم میں ہے باکمالوں کا کال ہم میں

نہ صاحب جان و مال ہم میں مال و دولت خزانیوالے
ہے موج دریائے پر خطر میں ہے تو ہیں ناؤ کی کھویا

یہ کوٹ پتلون ٹائی والے یہ آئینہ والے شانیوالے
نہیں جہاں میں کوئی ٹھکانہ بجز آستان شہ دو عالم

کہ جس کے دربار میں ملائک ہیں عجز سے سر جھکانیوالے
وہ جلوہ ذات ذوالجلال وہ مظہر ذات ذوالجمالی

کہ جسکو در پر سدا سوالی مراد دل کی ہیں پانیوالے
وہ اہل زور اور اہل فن کو طلسم حیرت مٹانیوالے

وہ چشم اہل جہاں کو نور خدا کا منظر دکھانیوالے
وہ خاک یثرب کو سرمہ چشم اہل ایمان بنانیوالے

عرب کی پیاسی ریگ صحرا پہ سیل رحمت بہانیوالے
ہمارے مولیٰ ہمارے والی ہیں آستاں پر تیرے سوالی

یہ نونہالان باغ قومی کو گودیوں میں کھلانیوالے
سلام و صلوٰۃ تم پہ لاکھوں شفیع روز جزا ہمارے

نہیں ہی بیڑے کو خوف طوفان جب آپ ہیں ناخدا ہمارے

غزل

عبدالرحیم صاحب بسمل

تڑپا رہا ہی ہم کو درد جگر ہمارا — بیٹھا ہوں سہی نکلے جلدی یہ گھر ہمارا

مصرف پہ خرچ کرنا آتا نہیں ہی ہمکو — بے فائدہ اگرچہ لٹتا ہی گھر ہمارا

لٹنے کیواسطے ہی گویا کہ شادیاں ہیں — کہتے ہیں کتخدا ہو جلدی پسر ہمارا

ختنوں کا خرچ ہی شادی سے بڑھ کے دیکھا — یارب رہے سلامت آباد گھر ہمارا

گھر پھونکے تماشہ شبرات میں ہی دیکھا — چھٹ کرانا گویا گھر ہی سقر ہمارا

یارب ہمیں سکھاوے مصرف پہ خرچ کرنا — نخل دعا سے نکلے پہلے ثمر ہمارا

لخت جگر کے صدقے کچھ قوم کو دلادو — ہر ایک شعر ہوا اک لخت جگر ہمارا

جلدی فلوس دیکر افلاس سے بچالو — چھلنی یہ ہوگیا ہی سینہ سپر ہمارا

ای قوم کربلا کے پیاسے تڑپ رہے ہیں
حسنین کا تصدق دامن ہو تر ہمارا

غزل

عبدالرحیم صاحب بسملؔ

یارب ہماری سر میں بھر دی ہوائے قومی
عکس صدائے کن ہو ورد ندائے قومی

جو درد میں ہمارے ہمدرد جانتے ہیں
یہ درد جان و دل ہے مشکل کشائے قومی

شاہوں کو یہ گدائی کب ہے نصیب ہوتی
سرتاج ہے جہان کا جو ہو گدائے قومی

ہم ایک ہی لڑی کے موتی بنے ہوئے ہیں
ظل خدا ہے اپنے سر پر ردائے قومی

مفتی نہیں ہیں لیکن فتویٰ طلب یہ عاجز
ہر ایک بچہ بچہ اب شعر گائے قومی

بسملؔ کی یہ دعا ہے آباد ہوں مسلمان
آنکھوں ہی دل میں ہر ایک بستی بسائے قومی

یہ عجز سے دعا ہے یارب قبول کر لے
آباد ہو ہمیشہ دولت سرائے قومی

یارب ہمیں دکھا دے صورت ترقیوں کی
پھر سر ہمارے بیٹھے آکر ہمائے قومی

یارب پئے محمدؐ ہر کام ہو ہمارا
سورج کی طرح روشن اسلام ہو ہمارا

اتفاق کی برکت

بسمل صاحب شاگرد جناب اے شاد صاحب مرحوم

کل روز اک کا ہندسہ کرنے لگا بڑائی
دس نے کہا کہ کیوں ہے مغرور اتنا بھائی
میں بھی تو یوں صفر کو پہلو ہی میں بٹھاتا
گویا صفر کے دم سے روشن ہوئی خدائی
تو دیکھ گو صفر کی مقدار کچھ نہیں ہے
پھر بھی خدا نے اس کی یہ قدر ہے بڑھائی
ہندسہ وہ دس گنا ہو ملکر جو پاس بیٹھے
دس بھائیوں میں اس نے عزت مری بڑھائی
تو نے کہا یہ مفرد ہندسوں میں بڑا ہوں
چھوٹا ہو ایک لیکن کی اس نے جگ ہنسائی
دو ایک پاس بیٹھیں ہو جائیں وہ گیارہ

مل بیٹھنے میں دیکھی ہر ایک کی بڑائی

نتیجہ

کرتے ہیں جو تواضع اُن کا بڑا ہی رتبہ
جس طرح سے صفر سو اک کو ملی بڑائی
پہلو میں جب بڑوں نے چھوٹوں کو ہی بٹھایا
تنہا بڑوں سے عزت انکو ہو ہاتھ آئی
سب اتفاق کے ہیں عالم میں یہ کرشمے
آمی لقب نے اس کی تعلیم ہے سکھائی

ہمدردی کی مثال

عبد الرحیم صاحب بسمل

نوٹ - اس نظم کو پڑھکر سمجھاؤ کہ قومی ہمدردی یوں ہونی چاہئے جب جاکر قومی عزت حاصل ہو سکتی ہے (**مؤلف**)

اک روز دودھ نے کی پانی سو پاک الفت
اک جان ہو گئے وہ مل جل کے بھائی بھائی

دم میں بڑھی وہ الفت یک رنگ ہو گئے وہ
اک دوسرے کا پایا سو جان سے فدائی
حلوائی نے نہ اُن کی اُلفت کا راز سمجھا
دونوں سے بھر کے رکھی بھٹی پہ چپ کڑھائی
برچھی کی طرح اُٹھے شعلے ڈرانے والے
بھائی رہے سلامت پانی کو دل میں آئی
خاموش بھاپ بنکر بھائی پہ جان دیدی
کیا پاک دامنی تھی کیا جوش آشنائی
اب دودھ میں بھی دیکھو اُلفت کا جوش آیا
کہنے لگا کہاں ہے وہ جان نثار بھائی
افسوس آگ نے ہے پانی مرا جلایا
مجھکو نہ بھائی کہنا جبتک نہ کی چڑھائی
کہتے ہی بات اتنی اُس کو جلال آیا
ایسا اُبل کے جھپٹا وہ آگ سب بجھائی
حلوائی نے دیا اک پانی کا اُس پہ چھینٹا
بیٹھا وہ دودھ نیچے سمجھا کہ آیا بھائی
جس طرح دودھ پانی رکھتے تھے پاک الفت
یارب رہے جہاں میں ہر ایک بھائی بھائی
عمر عزیز وہ ہے جو قوم پر فدا ہو
مفقود ہو رہے ہیں اب قوم کے فدائی

غزل

از مولوی عبد المجید بلیڈر سیالکوٹ

نوٹ ۔ تمام نظم ہر جو ہر موقعہ پر پڑھی جاتی ہے۔ (مؤلف)

روز ہوتی ہے نئی ہم پہ جفا ہونے دو
گر کوئی ہونے کو نازل ہو بلا ہونے دو

عیب جوئی سے سروکار نہ رکھو ہر دم
کام پورا تو کوئی بہر خدا ہونے دو

یہ برآئیں جو تمنائیں ہیں دل کی ساری
مستجاب اپنی کوئی ایک دعا ہونے دو

پھر کسی کام کا ہونا نہیں ہرگز مشکل
نیت یکبار تو باصدق صفا ہونے دو

دم میں خورشید صفت ہونگے یہ ذرّے تمثیل
سایۂ مہر نبی ان پہ ذرا ہونے دو

چاہتے ہو کہ ملے آب حیات مقصود
خضر اخلاص کو پھر راہ نما ہونے دو

غزل

از مولوی عبد المجید پلیڈر سیالکوٹ

نوٹ۔ نااتفاقی کے رونے میں یہ اشعار مدد دیتے ہیں۔ (مولف)

کیا تمنا کو ملا میری تمنا ہو کر
اُس کے دل میں جو رہی یاس تو کانٹا ہو کر

دل شیدا تجھے اپنی بھی خبر تک نہ رہی
کیا لیا تو نے سدا محو تماشا ہو کر

تفرقوں میں نہ کرو قوم کی قوت زائل
بہتری جس میں ہو وہ سوچ لو یکجا ہو کر

یہ اسی پھوٹ کے سب لطف و کرم ہیں کہ جناب
آج کس حال میں ہم ہو گئے کیا کیا ہو کر

چارہ گر اپنے مرض کا دل بیمار میں ہے
درد اپنے لئے آیا ہے مسیحا ہو کر

غزل

جناب احمد حسین خان صاحب بی اے

ای میری قوم ناز ہیں تیرے اٹھاؤنگا
گل میں ہزاروں کھاؤنگا اور گل کھلاؤنگا

کبتک شنوگی نالۂ بلبل کا کچھ جواب
ای گلبدن فسانہ خزاں کا سناؤنگا

ہے تجھ میں خوئے شمع تو پروانہ بن کے میں
جلنے کو جل بجھونگا یہ جوہر دکھاؤنگا

تیرے لئے اے طوطی گلزار مصطفےٰ
چن چن کے آج تن کے نشیمن بناؤنگا

دیکھونگا کیسی نیند سے تو جاگتی نہیں
خوب آج گُدگدائیوں کا پاؤں دباؤنگا

تیرا لہو سفید جو شیریں ادا ہوا
میں جوئے شیر کوہ کنی کرکے لاؤں گا

جاگی نہ تو تو صور سرافیل کی طرح
نالوں سے اپنے شورش محشر مچاؤنگا

ثابت قدم ہوں مجھکو قسم ذوالفقار کی

چیرونگا کوہ دشت وبیابان ہلاؤنگا

غزل

ازجناب احمد حسین خان صاحب بی اے

اے حامیان قوم کدھر ہو کہاں ہو تم
سُن لو مرا کلام جدھر ہو جہاں ہو تم

جو تم میں پیر مرد ہیں روشن ضمیر ہیں
کیا مصلحت ہے کچھ تو کہو کاروان ہو تم

جو تم میں نونہال ہیں فرخندہ فال ہیں
اُن سے کہو کہ پھولو پھلو اور جواں ہو تم

جو تم میں لکچرار ہیں شیریں مقال ہیں
تسخیر دل کا وقت ہے عذب البیاں ہو تم

اُن سے کہو جو عابد شب زندہ دار ہیں
کیا دیر ہے دُعا میں اجابت ستاں ہو تم

جب شاعری نے طبقہ یوناں جگا دیا
ای شاعرو مرادو دل دوستاں ہو تم

اب چند ہی ذاتیات سے پرہیز چاہیے
بس خود بخود سمجھ لو بڑے نکتہ داں ہو تم
لاؤ وہ پھول جس سے معطّر دماغ ہو
دامانِ گُل فروش و کفِ باغباں ہو تم
اک بار ہنس کے چشم مروت سے دیکھ لو
احمد نیازمند ہے اور مہرباں ہو تم

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

نالۂ یتیم

از آغا شاعر صاحب قزلباش دہلوی

ایمان والو چین سی بیٹھے ہوئی ہو اپنی گھر
ہے کیا ضرورت یہ تمہیں لو دردمندوں کی خبر

تم پیٹ بھر کر کھاتی ہو تم ٹھنڈا پانی پیتی ہو
ہم بھوکے پیاسی پھر رہے ہیں ماری ماری در بدر

پہنو لباس فاخرہ اچھی سے اچھی ہو قبا
ہم کو بھی دیکھو تو ذرا چیتھڑا نہیں ہی جسم پر

تم اونچی محلوں میں رہو پھر روشنی بجلی کی ہو
ہم کو ہیں قبروں کی گڑھے ہم سی تو اچھے جانور

وہ نرم بستر اور تم یہ خاک پتھر اور ہم
انصاف کہتی ہیں اسی کیوں جی ملاؤ تو نظر

اولاد والے تم بھی ہو رکھو کلیجہ پر تو ہاتھ
ہم کس کی سینے سی لگیں کس سی کہیں مادر پدر

بچے تمہاری خوش رہیں کرتی ہیں وہ کیا کیا ضدیں
ہم جھڑکیاں کھاتی پھریں آخر یہ کیوں کس جرم پر

ہم بھی خدا کی جان ہیں کچھ بھی سہی انسان ہیں

پھر صاحب ایمان ہیں ایمان کی تو لو خبر
ہم واجب الامداد ہیں حق ہے ہمارا بھی جناب
صورت سے کیا بیزار ہو بھولے ہو کیا ام الکتاب
مذہب بدل لیں کیا کریں کچھ اور ہی کہلائیں ہم
تم تو نہیں سنتے ذرا آخر کہاں مر جائیں ہم
ناٹک میں ناچیں کیا کریں میخانوں کی چلمیں بھریں
یا جھوٹے ٹکڑوں ہی پلیں بھوکے ہوں تو کیا کھائیں ہم
چوری کا لپکا ڈال لیں یا ڈاؤ جا جا کر بدیں
عریاں ہیں تن کیونکر ڈھکیں چادر کہاں سے لائیں ہم
فاقوں سے ہم ہیں نیم جاں گن لو ہماری پسلیاں
محنت کے ہم قابل کہاں ٹھٹھ اٹھلیں جب گر جائیں ہم
کہتے ہیں آسائش کسے ہم جیسے آئے تھے چلے
پیدا ہوئے تو کس لئے کس کام کو دکھلائیں ہم
جب دل ہمارا ہل گیا تو عرش اعظم ہل گیا
قدسی تڑپ جائیں ابھی آنسو اگر بھر لائیں ہم
اللہ کے پیارے ہیں وہ جو پیار کرتے ہیں ہمیں
تم نے سمجھ بوجھے آپ ہو کس طرح سمجھائیں ہم
تم سایۂ دامن میں لو تم ہاتھ تو سر پر رکھو
خوف خدا کچھ تو کرو ایسا نہ ہو مٹ جائیں ہم

غزل

چودھری خوشی محمد صاحب بی اے

کس قدر بے ساز و سامان ہو گئے   کیا تھے ہم اور کیا مسلمان ہو گئے

جن سروں پر تھا کبھی بال ہما   آج غیروں کی مگس راں ہو گئے

اہل ہمت اہل دولت اہل دیں   رونق شہر خموشاں ہو گئے

ہے وہی اسراف کی لت قوم کو   گرچہ خالی جیب و داماں ہو گئے

صدق عزم و صدق دل صدق مقال   پائمال صدق و بہتاں ہو گئے

تہنیت کا بزم میں یکجانہ رنگ   لاجرم ہم مرثیہ خواں ہو گئے

آئے ناظر سیر کو وقت خزاں
جب گل و گلزار ویراں ہو گئے

عرض حال

بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

پروفیسر محمد اقبال اقبال ایم اے

نوٹ۔ قوم کی حالت پر افسوس کر کے ساری قوم سے درخواست کرو کہ سب یکدل ہو کر حال میں شریک ہوں دل روئے اور آنکھیں پرنم ہوں پھر اثر دیکھو۔

(مولف)

اس مصیبت میں ہے اک تو ہی سہارا اپنا
تنگ آکر لب فریاد ہوا وا اپنا

ایسی حالت میں بھی امید نہ ٹوٹی اپنی
نام لیوا ہیں ترے تجھ پہ ہے دعویٰ اپنا

فرقہ بندی سے کیا راہ نماؤں نے خراب
ہائے ان مالیوں نے باغ اجاڑا اپنا

تیری سرکار میں اپنوں کا گلہ کیا کیجے
ہو ہی جاتا ہے مصیبت میں پرایا اپنا

دیکھ اے نوح کی کشتی کے چلانے والے

آ پڑا گرداب حوادث میں سفینہ اپنا

ہم نے سو راہ چنیں اخوت کی نکالیں لیکن

نہ ہوا اپنا ہوا اپنا نہ پرایا اپنا

ہاں برس ابر کرم دیر نہیں ہے اچھی

کہ نہ ہونے سکے برابر ہوا ہونا اپنا

لطف یہ ہے کہ پہلے قوم کی کھیتی اس پر

ورنہ ہونے کو تو آنسو بھی ہے دریا اپنا

یوں تو پوشیدہ نہ تھی تجھ سے ہماری حالت

ہم نے گھبرا کے مگر تذکرہ چھیڑا اپنا

زندگی تلخ ہے اے فخر براہیم اپنی۔

اُڑ دعا حق سے کہ مشکل ہوا جینا اپنا

• داستان درد کی لمبی ہے کہیں کیا تجھ سے

ہے ضعیفوں کو ہماری کی تمنا تجھ سے

عرضِ حال

بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

پروفیسر محمد اقبال ایم اے

قوم کو جس سے شفا ہو وہ دوا کونسی ہے
یہ چمن جس سے ہرا ہو وہ دعا کونسی ہے

جس کی تاثیر سے ہو عزتِ دین و دنیا
ہائے اے شافعِ محشر وہ دوا کونسی ہے

جس کی تاثیر سے یکجان ہو اُمت ساری
ہاں بتا دیجیے وہ طرزِ وفا کونسی ہے

قافلہ جس سے رواں ہو سوئے منزل اپنا
ناقہ وہ کیا ہے وہ آوازِ درا کونسی ہے

جس سے ہر قطرہ میں تاثیر ہو یکرنگی کی
ہاں بتا دو وہ مئے ہوش رُبا کونسی ہے

اپنی آواز میں تاثیر نہیں ہے باقی
جس سے دل قوم کا پگھلے وہ صدا کونسی ہے

اپنی کھیتی ہو اُجڑ جانے کو ای ابر کرم
تجھکو جو کھینچ کے لائے وہ ہوا کونسی ہو

ہو نہاں جن کی گدائی میں امیری سب کی
آج دنیا میں وہ بزم فقرا کونسی ہے

تیرے قربان کہ دکھادی ہی یہ محفل تونے
میں نے پوچھا کہ اخوت کی بنا کونسی ہو

راہ اس محفل رنگیں کی دکھادے سبکو
اور اس بزم کا دیوانہ بنادے سب کو

غزل

از مولوی عبد المجید صاحب لاہوری

نوٹ - یہ فارسی کی نظم بھی اُسی مطلب کی ہے سامعین فارسی دان جہاں زیادہ ہوں تو پڑھنا لطف سے خالی نہیں۔

(مؤلف)

ای رسول ہاشمی اُمّی لقب خیر الانام
ای کہ در معراج شد عرش بریں اورا مقام

زیبِ ورنگِ شریعت تاجِ فرقِ مرسلین
مسند آرائے نبوت باعثِ خلقِ انام

سرورِ کونین وہادیٔ صراطِ مستقیم
فخرِ ایجادِ دو عالم رہبرِ ہر خاص و عام

مظہرِ انوارِ ایزد مخزنِ خُلقِ عظیم
معدنِ لطف و عطا بخشندہ ہر انتقام

شافعِ روزِ جزا و خاتمِ پیغمبران
قابِ قوسین بہ پیشِ جاہِ تو ادنیٰ مقام

شد غلامانِ ترا ایں حالتِ زار و نزار
نکبت و ذلت نمایداو بجائے احتشام

زیست آنارا حرام ایں قوم شدہ از مفلسی
کز دہن بوسند آن سنگِ درِ بیت الحرام

کن دعا پیشِ خدائے خالقِ ہر جزو کل
کو ز لطفِ خود دہد باگبرو ترسا ہم طعام

خادمانت از مصائبہا رہا نیدہ شود
امتت باشد بکارِ دین و دنیا نیش بکام

ما حکومت را نمی خواہیم نہ سیم و نہ زر
شاہدِ علم و ہنر باشد مگر یاں جلوہ گر

غزل

از مولانا حالی

نوٹ یہ نظم قوم کو شرم دلانے اور کام پر آمادہ کرنے کے لئے خوب ہے۔
(مؤلف)

گلشن میں فصل گل کے سب مٹ چکے نشاں ہیں
پر چین سے عنادل گلشن میں نغمہ خواں ہیں

اتراتے ہیں سلف پر پر آپ ناخلف ہیں
رستہ کدھر ہو اُن کا اور جا رہے کہاں ہیں

فضل و کمال اُن کے گر تم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہ ہو تو بابا یہ سب کہانیاں ہیں

تم سے تھم تو تھامو عزت کو قوم کی کچھ
ورنہ بگڑنے کے یاں آثار سب عیاں ہیں

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں

جو اپنے ضعف کا کچھ کرتے نہیں تدارک
دنیا میں چند روزہ وہ قومیں میہماں ہیں

عرصہ ہوا کہ ہم کو آنکھیں دکھا رہے ہیں
قدرت کے قاعدے جو دنیا پہ حکمراں ہیں
گھڑیال اور مگرمچھ ہیں اُن کو نگلے جاتے
دریا میں مچھلیاں جو کمزور و ناتواں ہیں
سنبھلو وگرنہ رہنا یاں اس طرح پڑے گا
بھیل اور گونڈ جیسے گمنام و بے نشاں ہیں
یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں
دھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں

ہماری اگلی مہمان نوازیاں

از مولانا حالی

نوٹ۔ جب ذکر آوے کہ ہمارے بزرگ کیسے تھے اور ہم کیا ہیں تب پڑھو۔
(**مؤلف**)

کھا کے نعمت دل ہمارا شادماں ہوتا نہ تھا
ساتھ دسترخواں پر گر میہماں ہوتا نہ تھا
کرتے تھے مہماں ہمارے ما حضر پر اکتفا
تنگدل مہماں سے کوئی میزباں ہوتا نہ تھا

ہم کو پہونچی تھی خلیل اللہ سی خوان گستری
عسرت و تنگی میں بھی ٹلا اپنا خوان ہوتا نہ تھا

رکھتے تھے بچوں کو بھوکا اپنے مہماں کے لئے
خرچ سے گھر کے سوا کھانا جہاں ہوتا نہ تھا

تھا مسافر کے لئے ایک ایک گھر مہماں سرا
ہم کو کچھ غربت میں فکر آب و ناں ہوتا نہ تھا

میہماں کو جانتے تھے گھر کی برکت اپنے ہم
ٹھیرنا مہماں کا برسوں گراں ہوتا نہ تھا

جانتے تھے ہم کہ ہے اُن پر خدا نا مہرباں
جو کہ ہمسایہ پہ اپنے مہرباں ہوتا نہ تھا

ہم ہر اک آفت میں ہمسایوں کو رہتے تھے سپر
دشمنوں سے اپنے اُن کو خوف جاں ہوتا نہ تھا

چپکے چپکے کرتے تھے سب حاجتیں اُن کی روا
فقر و فاقہ اُن کا خلقت پہ عیاں ہوتا نہ تھا

پیٹ بھر لیں اپنا اور ہمسایہ فاقہ سے رہے
اتفاق آگیا یہ اے ہندوستاں ہوتا نہ تھا
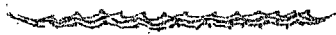
ہماری حالت

از مولانا حالی

نوٹ۔ موجودہ حالت کا ذکر کر کے اسے پڑھو۔ (مؤلف)

ہماری ہر ایک بات میں سفلہ پن ہے — کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آبا کو ہم سے گہن ہے — ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت — نہ اپنوں سے الفت نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت — خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
عداوت نہاں دوستی آشکارا
غرض کی تواضع غرض کی مدارا

نہ اہل حکومت کے ہمراز ہیں ہم — نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ جلسوں میں شایاں اعزاز ہیں ہم — نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزل نے کی ہے بری گت ہماری — بہت دور پہونچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری — نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری

پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے
توقع پہ جنت کی جیتے ہیں سارے

عرض حال

بجناب سرور کائنات

از مولانا حالی

نوٹ - یہ فریاد مقبول عام ہے اگر موثر لہجہ میں پڑھی جاوے تو ممکن نہیں کہ حاضرین نہ روئیں اور افسوس نہ کریں۔ (**مولف**)

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جس دین نے غیروں کے تھے دل آکے ملائے
اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے

اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا

اب جنگ و جدل چار طرف اسمیں پڑا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں

پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی

پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر

مدت سے اُسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

بیڑا جو نہ تھا بادِ مخالف سے خبردار

جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کی ہوا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

ہے اس سے یہ ظاہر کہ یوں ہی حکم خدا ہے

جو کچھ ہے وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت

شکوہ ہے زمانہ کا نہ قسمت کا گلا ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنے ہی ہاتھوں کی بدولت

سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے

فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں

بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

کر حق سو دعا اُمت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہی
کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ ایک ایک فدا ہی
ہم نیک ہیں یا بد ہیں پر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بُرا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہی
خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کی سوا ہی
گر دین کی جوکھوں نہیں ذلت سو ہماری
اُمت تری ہر حال میں راضی بہ رضا ہی
عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں وہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہی
ہاں حالیؔ گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے
باتوں سو ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے
ہی یہ بھی خبر تجھکو کہ ہی کون مخاطب
یاں جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے

علم کی مانگ

از نواب صدرالدین حسین صاحب بڑودوی

نوٹ۔ تعلیم کی ضرورت پر جب لکچر دو تو اس نظم کو ضرور پڑھو

(مؤلف)

قوم اپنی مبتلا ہی جہل کے آزار میں
دم نہیں باقی نظر آتا ہے اس بیمار میں

علم ہی کی مانگ ہی دنیا کی ہر سرکار میں
علم ہی کی پوچھ ہی دنیا کے ہر دربار میں

زور وہ ہی عالموں کے پیچ و تدبیر میں
توپ میں طاقت نظر آئی نہ یہ تلوار میں

عالموں کے زیر فرمان ہیں دیکھو برق و باد
علم رکھتا ہی قدم اللہ کی سرکار میں

ہے منور سارا عالم علم ہی کے زور سے
ہے کرشمہ علم ہی کا ریل میں اور تار میں

ملک و مال و علم و دولت عالمونکے ساتھ ہے
آب زر سے لکھدو یہ نسخہ در و دیوار میں

ہمارے زور بازو

نوٹ قومی تعداد کو فخریہ بیان کرنے کے لئے یہ نظم بالطف ہے مگر آخر میں کہدینا چاہئے کہ جب تک قومیت کے راز سے قوم خبردار نہ ہو تعداد بیکار ہے۔

(مؤلف)

پراگندہ ہیں گرچہ عالم میں سارے — بہت ہیں ابھی زور و بازو ہمارے
وہ صحرائی سوڈان کے رہنے والے — ہیں بھائی بہت سے جو کالے ہیں کالے
وہ گو دیکھنے میں سیہ فام سے ہیں — منور مگر نور اسلام سے ہیں
پڑے ہیں قناعت سے ریت اور بن میں — خدا یاد کرتے ہیں وہ سادا پن میں
طرابلس میں تونس میں الجیریا میں — مراکش میں ایجپٹ میں نوبیا میں
ملی بار میں اور ابی سینیا میں — ملایا میں جاوا میں سوماترا میں
سُناتی ہیں مینار مسجد پہ چڑھکر — سمندر کی لہروں کو اللہ اکبر
بہت اہل اسلام ہیں چینیوں میں — گھراویں برحق ہے بے دینیوں میں
خدا یاد کرتے ہیں گوتم کے گھر میں — تناسخ کا چکر نہیں اُن کے سر میں
وہ ترکان تاتار تاجیک و دیلم — خواتین کابل امیران عجم
ابھی اُن کو بازو میں قوت ہو باقی — ابھی خون عبرت میں حرکت ہو باقی
عرب جو تھا سرچشمہ دین ہدیٰ کا — ابھی اُس میں آباد ہے گھر خدا کا
ابھی گرم ہے بزم اسلام ہے وان — ابھی حاج کا جلسہ تمام ہے وان

وہ ایران و توران کی شاہی گھرانے | زمانے کو از بر ہیں جن کے فسانے
فلسطین و شام و عراق اور آرمن | پرانے ہی نوع انسان کے مسکن
عزیزوں سے اپنے ہیں آباد سارے | کروڑوں ہی ہیں اُن میں بھائی ہمارے

غرض اس طرح گو پریشاں ہو سارا
تلے آسمان کے ہے کنبہ ہمارا

ہماری

پہلی حالت کیا ہو گئی

از مولانا حالی

نوٹ یہ نظم گذشتہ حالت پر افسوس کر کے موجودہ حالت درست کرنے کی ترغیب دینے کو لئے مناسب ہے۔

(از مؤلف)

وہ مسلمانوں کی ہر بازی میں سبقت کیا ہوئی
وہ حجازی غیرت اور ملکی حمیت کیا ہوئی
ہم مسلمانوں [illegible] اسلام کو
تھا لقب خیر الامم جس کا وہ امت کیا ہوئی

جی کسی کی عزت افزائی سے خوش ہوتا نہیں
دل گواہی جس پہ دیتا تھا وہ عزت کیا ہوئی

دین و دولت علم و دانش ہم میں کچھ باقی نہیں
حق نے پوری کی تھی جو ہم پر وہ نعمت کیا ہوئی

قریہ قریہ تیری علم و فیض سے معمور تھا
اب وہ اے اسلام تیری خیر و برکت کیا ہوئی

جسنے مغرب کو کیا مشرق وہ سورج کیا ہوا
جس سے گھر گھر بنگیا یونان وہ حکمت کیا ہوئی

کوہ و دریا جس کے ہوتے تھے نہ ہرگز سد راہ
وہ ارادے کیا ہوئے اور وہ عزیمت کیا ہوئی

کوئی مشکل ہم کو میدان سے ہٹا سکتی نہ تھی
وہ ثبات اور پائداری اور وہ ہمت کیا ہوئی

زمانہ کی پکار!

از خواجہ حالی

نوٹ مسلمانوں کو کان کھولدینے چاہییں کہ زمانہ بدل گیا ہی تم بھی بدلو ورنہ خیر نہیں ہی زمانہ کا ساتھ دینا پڑیگا۔ اسوقت یہ نظم پڑھو خوب اثر ہوگا۔ (مؤلف)

زمانہ دیر سی چلا رہا ہی اے مسلمانو
کہ ہی گردش میں میری غیب کی آواز پہچانو

وہ ناصح اور ہونگی جنکا کہنا ٹل بھی جاتا ہی
اگر میری نہ مانوگے تو پچھتاؤگے نادانو

مری بازی کا منصوبہ گیا کب کا پلٹ یارو
خبر تمکو بھی ہی کچھ اے مری چالونسی بیگانو

گئے وہ دن کہ نفریں کرتے تھے دیندار دنیا پر
بقائے دین و ملت منحصر دنیا پہ ہے جانو

گئے وہ دن کہ ثروت باپ دادا چھوڑ جاتی تھے
بس اب ثروت ہی مزدوروں کا حصہ ہی تن آسانو

گئے وہ دن کہ لاکھوں بے ہنر یاں عیش کرتے تھے
ہوا ہی بے ہنر جینا بھی اب مشکل مری جانو

مٹے ہو جس ہنر اور فن پہ تم وہ مٹنے والے ہیں
یہ سودا کب تلک اے شمع سحر گاہی کے پروانو

نصیحت میری مانو اب بھی اپنی ہٹ سے باز آؤ
پھری جس وقت دیکھو میری چتون تم بھی پھر جاؤ

عمر رفتہ

از وجاہت صدیقی

نوٹ گذشتہ عمر کے ضائع ہو جانے پر افسوس سے پڑھکر بتاؤ کہ کچھ کرلو ورنہ پھر یہ کہکر رونا پڑیگا

(مؤلف)

میری عمر رفتہ یہ کیا کر گئی تو
مرے ساتھ ملکر دغا کر گئی تو

مجھے چھوڑ کر راہ لی تو نے اپنی
رفاقت کا حق خوب ادا کر گئی تو

تری یاد سے دل پہ لگتے ہیں چرکے
یہ مجھ پر نرالی جفا کر گئی تو

گذشتہ زمانہ گناہوں سے گذرا
خطا وار ہوں میں خطا کر گئی تو

یہ رہ رہ کے پچھتاوا آتا ہے ہر دم
کہ رسوا مجھے جا بجا کر گئی تو

نہیں یاد بچپن کا مجھکو زمانہ
بہت جلد نشو و نما کر گئی تو

تجھے ڈھونڈھ کر اب میں لاؤں کہاں سے
پتہ بھی نہ اپنا بتا کر گئی تو

پھنسایا ہی دنیا کو جھگڑو نمیں تو نے — یہ برتاؤ مجھ سے بُرا کر گئی تو
الگ ہو گئی مجھ سے آ کر جہاں میں — وفا خوب ای باوفا کر گئی تو
عدم کو روانہ ہوئی مجھ سے پہلے — عبث اپنی ہستی فنا کر گئی تو
اٹھاتا ہوں صدمو پہ صدمے ہزاروں — مجھے رنج میں مبتلا کر گئی تو
کہا عمر رفتہ نے یہ سن کے مجھ سے — ذرا پھر تو کہنا کہ کیا کر گئی تو
کئے جرم خود اور کہتے ہو مجھ سے — بُرا کر گئی تو بھلا کر گئی تو
ہم اے عمر رفتہ تری رمز سمجھے — ہمارا ہی الٹا گلا کر گئی تو
حقیقت میں تیری خطا کچھ نہیں ہے — کہ جو کر گئی تو بجا کر گئی تو
ہمیں تھے نہ تیری توجہ کے قابل — مگر تجھ سے جو ہو سکا کر گئی تو
گنہگار کا ساتھ دینا تھا مشکل — تجھے شرم آئی حیا کر گئی تو
نصیحت سے خالی نہیں تیرا جانا — کہ تنبیہ حد سے سوا کر گئی تو
سمجھ جائیں رکھتے ہوں گر عقل کچھ بھی — سبق ایسا ہم کو پڑھا کر گئی تو
جواب بھی ہوں تائب ہم افعال بد سے — تو گویا ہمیں پارسا کر گئی تو
گناہوں کا جاتا رہے روگ بالکل — ہمارے مرض کی دوا کر گئی تو
رہیگا ہمیں یاد تیرا یہ احسان — کہ تاکید یاد خدا کر گئی تو

وجاہت نہ غفلت میں کھو عمر باقی
سنبھل دیکھ بس اب ذرا کر گئی تو

نیا دورِ زمانہ

از خواجہ حالی

گیا دورہ حکومت کا بس اب حکمت کی ہے باری
جہاں میں چار سو علم و عمل کی ہے عملداری

جنھیں دنیا میں رہنا ہے یہ معلوم ہے اُن کو
کہ ہیں اب جہل و نادانی کے معنی ذلت و خواری

ضرورت علم و دانش کی ہے ہر فن اور صناعت میں
نہ چل سکتی ہے اب بے علم نجاری نہ معماری

جہاں علم تجارت کو نہ سمجھینگے سوداگر
تجارت کی نہ ہوگی تا قیامت گرم بازاری

نہ آئیگی پسند اُن نوکروں کی خدمت و طاعت
جنھیں پائینگے آقا زیور تعلیم سے عاری

اگر چاہیں گے کرنی آدمی گھوڑوں کی سائیسی
تو دینا ہوگا اُن کو امتحان علم بیطاری

نہ مستغنی بکاول علم سے ہیں اب نہ باورچی
ہوا ہے مدرسوں سے مطبخوں تک فلسفہ جاری

یقین جانو کہ آئندہ ملیگی درسگاہوں میں
گر آٹا پیسنے کو چاہیئے گی اک پنہاری

کوئی پیشہ نہیں ہے معتبر بے تربیت ہرگز
نہ فصادی نہ جرّاحی نہ کحّالی نہ عطاری

جہانتک دیکھئے تعلیم کی فرمانروائی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے

بہتری کے آثار

ازمولنا حالی

نوٹ - یہ نظم اسوقت کی ہے جبکہ مسلمانوں کی ہمّت دلائی جاوے اور کہا جاوے کہ مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے کچھ نہ کچھ ہو ہی رہا ہے (مؤلف)

بہت دن سے دریا کا پانی کھڑا تھا — تموّج کا جس میں نہ ہرگز پتا تھا
تغیر سے یہ حال اُس کا ہوا تھا — کہ مکروہ تھی بو تو کڑوا مزا تھا

ہوئی تھی یہ پانی سے زائل روانی
کہ مشکل سے کہہ سکتے تھے اُس کو پانی

پر اب اُسمیں رو کچھ کچھ آنے لگی ہے — کناروں کو اُس کے ہلانے لگی ہے

ہوا بلبلے کچھ اٹھانے لگی ہے — عفونت وہ پانی سے جانے لگی ہے

اگر ہو نہ یہ انقلاب اتفاقی
تو دریا میں بس اک تموّج ہے باقی

حوادث نے اُن کو ڈرایا ہے کچھ کچھ — مصائب نے نیچا دکھایا ہے کچھ کچھ
ضرورت نے نیچا دکھایا ہے کچھ کچھ — زمانہ کے غل نے جگایا ہے کچھ کچھ

ذرا دست و بازو ہلانے لگے ہیں
وہ سوتے ہیں کچھ کلبلانے لگے ہیں

رہ راست پر ہیں وہ کچھ آتے جاتے — تعلّی سے اپنی ہیں شرماتے جاتے
تفاخر سے اپنے ہیں پچھتاتے جاتے — سراغ اپنا کچھ کچھ ہیں وہ پاتے جاتے

بزرگی کے دعووں سے پھرنے لگے ہیں
وہ خود اپنی نظروں سے گرنے لگے ہیں

نہیں گھاٹ پر گو ترقی کے آتے — نئی بات سن ناک بھوں ہیں چڑھاتے
نئی روشنی سے ہیں آنکھیں چراتے — مگر ساتھ ہی یہ بھی ہیں کہتے جاتے

کہ دنیا نہیں گرچہ رہنے کے قابل
پر اس طرح دنیا میں رہنا ہے مشکل

تنزل سے وہ ہاتھ ملنے لگے ہیں — کچھ اس سوز سے جی پگھلنے لگے ہیں
دھوئیں کچھ دلوں سے نکلنے لگے ہیں — کچھ آرے سے سینوں پہ چلنے لگے ہیں

وہ غفلت کی راتیں گذرنے کو ہیں اب
نشے جو چڑھے تھے اترنے کو ہیں اب

نہیں گرچہ ہمدرد اسلام اُن کو — نہ بہبودیِ قوم سے کام اُن کو

نہ کچھ فکر آغاز و انجام اُن کو ۔۔۔ برابر ہے ہر صبح اور شام اُن کو
مگر قوم کی سُن کے کوئی مصیبت
اُنھیں کچھ نہ کچھ آ ہی جاتی ہے رقت

بالکل نہیں سے کچھ بہتر ہے

از مولانا حالی مرحوم

نوٹ۔ قوم کو ہمت دلاؤ کہ کچھ کچھ کئے جاؤ اگر ہمارے اگلے نہ کچھ کرتے تو ہم کو کچھ نہ ملتا اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے کہ کچھ نہ کچھ کئے جائیں۔ (مؤلف)

پڑا ہے وہ وقت ہم پہ اب آخر آ کر ۔۔۔ کہ اُٹھے ہیں سوتے بہت دن چڑھ کر
سواروں نے کی راہ طے باگ اٹھا کر ۔۔۔ گئے قافلے ٹھیر منزل پہ جا کر

گر افتاں و خیزاں سنبھلیں بھی اب ہم
تو پہونچیں بھلا جا کے منزل پہ کب ہم

مگر بیٹھے رہنے سے چلنا ہے بہتر ۔۔۔ کہ ہے اہل ہمت کا اللہ یاور
جو ٹھنڈک میں چلنا نہ آیا میسر ۔۔۔ تو پہونچیں گے ہم دھوپ کھا کھا کے سر پر

یہ تکلیف و راحت ہے سب اتفاقی

چلو اب بھی ہے وقت چلنے کا باقی

ہوا کچھ وہی جس نے یاں کچھ کیا ہے | لیا جس نے پھل بیج بو کر لیا ہے

کرو کچھ کہ کرنا ہی کچھ کیمیا ہے | مثل ہے کہ کرتے ہی کی بدیا ہے

یوں ہی وقت سو سو کے ہیں جو گنواتی

وہ خرگوش کچھوؤں سے ہیں زک اٹھاتی

یہ برکت ہے دنیا میں محنت کی ساری | جہاں دیکھو فیض اسی کا ہے جاری

یہی ہے کلید در قفل جاری | اسی پر ہے موقوف عزت تمہاری

اسی سے ہے قوموں کی یاں آبرو سب

اسی پر ہیں مغرور ہیں اور تو سب

ہلاتے نہ اگلے اگر دست و بازو | جہاں عطر خدمت سے ہوتا نہ خوشبو

نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو | نہ حق پھیلتا ربع مسکوں میں ہر سو

حقائق یہ سب غیر معلوم ہوتے

خدائی کے سب اسرار مکتوم ہوتے

ستارہ شریعت کا تاباں نہ ہوتا | اثر علم دیں کا نمایاں نہ ہوتا

جدا کفر سے نور ایماں نہ ہوتا | مساجد میں یوں ورد قرآں نہ ہوتا

خدا کی ثنا معبدوں میں نہ ہوتی

اذاں جا بجا مسجدوں میں نہ ہوتی

نہیں ملتی کوشش سے دنیا ہی تنہا | کہ ارکان دین بھی اسی پر ہیں برپا

جنہیں ہو نہ دنیائے فانی کی پروا | کریں آخرت کا ہی وہ کاش سودا

نہیں ہٹتے دنیا کی خاطر اگر تم
تو لو دین حق کی ہی اٹھکر خبر تم

کیا فضول ہے

از وزیر علی صاحب جامی

نوٹ ترک دنیا اس قسم کی ہونی چاہئے نہ یہ کہ کاہل وجودی کا نام ترک دنیا ہے۔
(مؤلف)

اے دوستو یہ مال یہ دولت فضول ہے
یہ عز و جاہ و صولت و شوکت فضول ہے

جس شخص کو نہ پاس ہو کچھ اپنے دین کا
دنیا میں اُس کی شوکت و حشمت فضول ہے

جو شخص اپنی قوم کو سمجھے نہ اپنی قوم
اُس کی یہ عقل و فہم و فراست فضول ہے

کلمہ پڑھتے [illegible]
تہلیل اُس کی ہیچ عبادت فضول ہے
اُس شخص کا تو ہونا نہ ہونا ہے ایک سا

جو یہ کہے کہ اخوت و شفقت فضول ہے
اُس شخص کو جہان سے اللہ اٹھا ہی لے

جو سمجھے دین مذہب و ملت فضول ہے
جس نکتہ دان کو مدنظر ہو نہ حال قوم

اُس کا یہ علم و شعر و فصاحت فضول ہے
جس ڈاکٹر کو علم نہ ہو درد قوم کا

حکمت فضول اُس کی طباعت فضول ہے
جو شخص اپنا پیٹ ہی بھر جانتا ہو بس

اُس کا تو جینا اور اقامت فضول ہے
جس دل میں ہو نہ نور محمد کی روشنی

اُس کور دل کی چشم بصیرت فضول ہے

غزل

از نواب صدر الدین حسین خاں صاحب [illegible]

واں ہر کوئی ہے گرم تدابیر دیکھیے	یاں ہے صدا شکایت تقدیر دیکھیے
[illegible] نہیں آتی ہے جا بجا	یہ افسوس ہیں قوم کی [illegible] دیکھیے

ملکوں کو انتظام کا جنکو شعور تھا
اُن سے نہیں سنبھلتی ہے جاگیر دیکھئے

گھر بیچکر بھی اُن کا گذارا نہ ہو سکا
اور اُن کی بڑھتی جاتی ہے تقصیر دیکھئے

گر بھائی میں ہنر ہو تو بتلائیں اسکو عیب
یہ کھینچتے ہیں اک رنجی تصویر دیکھئے

سینہ میں بخل دل میں حسد زہر چشم میں
منہ میں زبان ہے گویا یہ شمشیر دیکھئے

اولاد کو پڑھاتے علم و ہنر کمال
یہ ہو رہا ہے شوق جہانگیر دیکھئے

جاہل جہان میں رہتے ہیں بیحد ذلیل و خوار
یہ مل رہی ہے جہل کی تعزیر دیکھئے

آقا کے مرتبہ سے غلامی میں جائیں گے
غفلت کے خواب کی ہے یہ تعبیر دیکھئے

اسلام کو مٹاتے ہیں خود اپنے ہاتھ سے
روح نبی کو کرتے ہیں دلگیر دیکھئے

حالت تباہ ہو گی جو نقشہ یہی رہا
بگڑیگی نقش کی یہ تصویر دیکھئے

یہ مانگتا ہوں حق سے دعائیں جو رات دن
کب پہنچتا ہے ان میں تاثیر دیکھئے

شریفوں کی اولاد

از مولانا خواجہ حالی مرحوم

نوٹ یہ نظم پڑھکر سمجھاؤ کہ اگر موجودہ بچے تعلیم سے محروم رہے تو کیا نتیجہ ہوگا۔

شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے
تباہ اُن کی حالت بُری ان کی گت ہے
کسی کو کبوتر اُڑانے کی دھت ہے
کسی کو بٹیریں لڑانے کی لت ہے
چرس اور گانجے پہ شیدا ہے کوئی
مدک اور چنڈو کا رسیا ہے کوئی
سدا گرم انفاس سے اُن کی صحبت
ہر ایک رند اوباش سے اُن کی ملت
پڑھے لکھوں کے سایہ سے اُن کو وحشت
مدارس کی تعلیم سے اُن کو نفرت
کمینوں کی جرگے میں عمریں گنوانی
انھیں گالیاں دینی اور آپ کھانی
نہ علمی مدارس میں ہیں اُن کو پاتے۔

نہ شائستہ جلسوں میں ہیں آتے جاتے
یہ میلوں کی رونق ہیں جاکر بڑھاتے
نہیں جامے میں اپنے پھولے سماتے
کتاب اور معلم سے ہیں بھاگے پھرتے
مگر ناچ گانے میں ہیں سب سے آگے
اگر کیجے ان پاک شہدوں کی گنتی
ہوا جن کے پہلو سے بچپکر ہے چلتی
ملی خاک میں جن سے عزت بڑوں کی
مٹی خاندانوں کی جن سے بزرگی
تو یہ جس قدر خانہ برباد ہوں گے
وہ سب ان شریفوں کی اولاد ہوں گی
اگر ماں ہے دکھیا تو ان کی بلا سے
اپاہج ہے باوا تو ان کی بلا سے
جو ہے گھر میں فاقہ تو ان کی بلا سے
جو مرتا ہے کنبہ تو ان کی بلا سے
جنھوں نے لگائی ہو لو دلربا سے
غرض کیا رہی پھر انھیں ماسوا سے
نہ گالی سے دشنام سے جی چرائیں
نہ جوتی سے پیزار سے ہچکچائیں
جو میلوں میں جائیں تو پچپن دکھائیں

جو محفل میں بیٹھیں تو فتنے اٹھائیں
لرزتے ہیں دل سب کے اُن کی ہنسی سے
گریزاں ہیں رند اُن کی ہمسائگی سے
سپوتوں کو اُن کے اگر بیاہ دیجے
تو بہوؤں کا بوجھ اپنی گردن پہ لیجے
جو بیٹی کے پیوند کی فکر کیجے۔
تو بد راہ میں بھلیجے اور بھتیجے۔
یہی جھیکنا کو بہ کو گھر بہ گھر ہے
بہو کا ٹھکانا۔ نہ بیٹی کو بر ہے
نہ مطلب نگاری کا اِن کو سلیقہ
نہ دربار داری کا اِن کو سلیقہ
نہ اُمیدواری کا ان کو سلیقہ
نہ خدمت گذاری کا ان کو سلیقہ
قلی اور نفر ہو تو کچھ کام آوے
مگر ان کو کس مد میں کوئی کھپاوے
یہی ہیں وہ نسلیں مبارک ہماری
کہ بخشینگی جو دین کو استواری۔
کریں گے یہی قوم کی غمگساری
انھیں پر ہے موقوف اُمید ساری
یہی شمع اسلام روشن کریں گی

بڑوں کا یہی نام روشن کریں گے

خلف اُن کے الحق اگر یاں یہی ہیں
سلف کے اگر فاتحہ خواں یہی ہیں

اگر یادگار عزیزاں یہی ہیں
اگر نسل اشراف داعیاں یہی ہیں

تو یاد اس قدر ان کی رہجائیگی یاں
کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یاں

مناجات

از مولٰنا حالی مرحوم

نوٹ لکچر ختم کرکے بخشوع وخضوع یہ دعائیہ نظم پڑھنی چاہیئے تاکہ وعظ کا اثر دلوں پر مستقل ہو۔ **مؤلف**

الٰہی بحق رسول تہامی ہر ایک فرد انسان کا تھا جو کہ حامی
جسے دور نزدیک تھے سب گرامی برابر تھے مکی و زنگی و شامی

شریروں کو ساتھ اپنے جس نے نبا ہا
بڑوں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا

طفیل اس کا اور اسکی عزت کا یارب　　پکڑ ہاتھ جلد اسکی امت کا یارب
اک ابر اس پہ بھیج اپنی رحمت کا یارب　　غبار اس سے جو دھوئے ذلت کا یارب

کہ ملت کو ہے ننگ ہستی سے اس کی
ہوا پست اسلام ہستی سے اس کی

انھیں کل کی فکر آج کرنی سکھا دے　　ذرا ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دے
کمیں گاہ باری دوراں دکھا دے　　جو ہونا ہے کل آج انکو سجھا دے

چھتیں پاٹ لیں تا کہ باراں سے پہلے
سفینہ بنا رکھیں طوفاں سے پہلے

بچا ان کو اس ننگ ناتے بلا سے　　کہ ہے سخت بڑھ کر وہ روز جزا سے
نہ امید یاری ہو یار آشنا سے　　نہ چشم اعانت ہو دست و عصا سے

چپ و راست چھائی ہوئی ظلمتیں ہیں
دلوں میں امیدوں کی جا حسرتیں ہیں

قوم سے خطاب

از نواب صدر الدین حسین صاحب بڑودوی

نوٹ معمولی نظم ہے نصیحت کرتے ہوئے پڑھو تو اثر ہوتا ہے۔ (مولف)

وا دریغا تری کیا ہو گئی حالت ای قوم
رونا آتا ہے مجھے دیکھ کے حالت ای قوم

تجھکو ہوتی نہیں کچھ اب بھی خجالت ای قوم
کس طرف کھوئی گئی کیا ہوئی غیرت ای قوم

تجھکو انسان بھی کہتے ہوئے شرم آتی ہے
کس طرح سے میں پکاروں تجھے امت ای قوم

سنگدل کون وہ ایسا ہے جسے رحم نہ آئے
کرتے ہیں تجھکو نصاریٰ بھی نصیحت اے قوم

دربدریوں تری رسوائی کے ڈنکے بج جائیں
کوبکو ہے تری رسوائی کی شہرت اے قوم

ہاں پنپنے نہیں دیتا ہے حسد اور نفاق
اور ابھرنے نہیں دیتی ہے جہالت اے قوم

مضحکہ ہوتا ہی ہر روز چلن پر تیرے
مسخری کرتا ہی ہر مذہب و ملت اے قوم
تجھ سے اسراف کی عادت نہ گئی پر نہ گئی۔
دوسری قوموں نے لی ہے یہ نصیحت اے قوم
علم کا تجھ میں پتہ ہے نہ ہنر کا ہے نشان
دور ہے تجھ سے بہت صنعت و حرفت اے قوم
دین احمد کو تو بے دینی سے بٹہ نہ لگا
کام وہ کر کہ شفاعت ہو میسر اے قوم
اپنی بدنامی سے اسلام کو بدنام نہ کر
منہ دکھانا ہے تجھے روز قیامت اے قوم

نوحہ قوم

از نواب صدر الدین حسین صاحب بڑے ودوی

نوٹ یہ بھی قوم کے بگاڑ کا نوحہ ہے (مولف)

دل بھر آیا قوم کا حال پریشاں دیکھکر
رو دیے ہم اس کی بربادی کا ساماں دیکھکر
دفتر عبرت ہیں یہ لاہور دہلی کے کھنڈر

سیکھ اے دل کچھ یہ اوراق پریشان دیکھکر

سیکھ لو کچھ تم بھی ریگ عرصۂ تاریخ پر
جا بجا نقش قدم ہائے بزرگان دیکھکر

یاد آتی ہے خزاں میں عشرت ایام گل
حال بلبل اور ہے رنگ گلستان دیکھکر

کاش ہو ایسی ہی یکایک قوم کی حالت درست
جیسے جاگ اٹھے کوئی خواب پریشان دیکھکر

غزل

ازمولانا حالی مرحوم

نوٹ: مصنف جب اس وقعہ پر پہونچے کہ قوم کو گذشتہ بزرگوں پر فخر نہ کرنا چاہیے بلکہ موجودہ حالت پر نظر کرنا چاہیئے تو مندرجہ ذیل نظم پڑھو (مؤلف)

پھونکا ہے فصل گل نے صور آکے پھر چمن میں
اک حشر سا بپا ہے مرغان نغمہ زن میں

گو مردہ ہو چکے ہیں گو گھر اسو بار قوم کا ہے
پھر تازگی وہی ہے اس قصہ کہن میں

وہ قوم جو جہاں میں یا کل صدر انجمن تھی۔

تم نے سنا بھی؟ اُس پر کیا گذری انجمن میں
پائین بزم میں بھی ملتی نہیں اُسے جا

روندو نہیں ہی وہ گلشن پھولا تھا جو چمن میں
روبہ کے جون میں ہی مرعوب اب وہ ملة

تھا سہمناک کل تک جو شیر کی برن میں
وہ دن گئے کہ حکمت تھی مستند یمن کی

ہے اب بجائے حکمت خاک اُڑ رہی یمن میں
وہ دن گئے کہ موتی مشہور تھے عدن کے

ہی کال موتیوں کا اب سر بسر عدن میں
قبر اویس پر ہی بس فخر اب قرن کو

زندہ اویس کوئی باقی نہیں قرن میں
اُس باغ کی خزان نے کچھ خاک سی اُڑا دی

فصل بہار گویا آئی نہ تھی چمن میں
حالی بس اب نہیں ہی سننے کی تاب باقی

مانا کہ ہے بہت کچھ وسعت ترے سخن میں
نوک زباں نے تیرے سینوں کو چھید ڈالا

ترکش میں ہی یہ پیکاں یا ہی زباں دہن میں

خود غرض تعلیم یافتہ

نوٹ لکچرار جب قوم کی بدقسمتی پر افسوس کرے کہ اُن میں کوئی کسی قابل بھی پیدا ہوتا ہے تو اُسکی ذات قوم کیلئے مفید ثابت نہیں ہوتی اور پھر جدید تعلیم یافتوں سے بھی درخواست کرتی ہوئی یہ نظم خوش آئند لہجے میں پڑھے

ترببیت یافتہ ہوں جو یاں کے — خواہ بی اے ہوں اس میں یا ایم اے
بھرتے حُبِّ وطن کا جو دم ہیں — پر محبِ وطن بہت کم ہیں
تو ہم کو اُن سے جو اُمیدیں تھیں — اب جو دیکھا تو سب غلط نکلیں
ہسٹری اُن کی اور جوگرافی — سات پردوں میں منہ چھپے پڑی
بند اُس قفل میں ہے علم اُن کا — جس کی کنجی کا کچھ نہیں ہے پتا
لیتے ہیں اپنے دل ہی دلمیں مزہ — گویا گونگے کا گڑ ہیں کھائے ہوئے
کرتے پھرتے ہیں سیر گل تنہا — کوئی پاس اُن کے جا نہیں سکتا
اہل انصاف شرم کی جا ہے — گر نہیں بخل یہ تو پھر کیا ہے
تم نے دیکھا ہے جو وہ سب کو دکھاؤ — تم نے چکھا ہے جو وہ سب کو چکھاؤ

یہ جو دولت تمہارے پاس ہے آج
ہم وطن اُس کے ہیں بہت محتاج
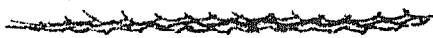
دعا تو ہی کبوتر ہو

از شیخ محمد علی میر احدی اجمیری راجپوتانہ

نوٹ - عام نصیحت آمیز کلام ہے۔ ہر وقت کام کا ہے۔

خدا کا خوف ہو جسکو نہ کچھ پاس پیمبر ہو ۔۔۔ تو پھر کس برتے پر وہ طالب تسنیم کوثر ہو
ادائے بندگی میں چاہیئے مومن کو مضطر ہو ۔۔۔ موذن کی زبان سے جب ادا اللہ اکبر ہو
عیاں واعظ کریں اسلامیوں پر انکی نکبت کو ۔۔۔ بیان وعظ ترقی چاہیئے بالائے ممبر ہو
اگر آئینہ علم و ہنر کے تم ہیں جوہر ہوں ۔۔۔ تو تم بھی وقت کے اپنے ارسطو ہو سکندر
مگر حالت پر اپنی کچھ تمھیں رونا ہنیں آتا ۔۔۔ اگرچہ تم شریک ماتم شبیر شبر ہو
ہماری غیر حالت کو رسول اللہ تک پہنچا ۔۔۔ ہمارے واسطے ہاں اے دعا تو ہی کبوتر ہو
تنزل کے بھنور میں ہے جہاز امت عاصی ۔۔۔ قریب الغرق ہے کہنا تو جہاز اب تو لنگر ہو

انھیں برباد کر رکھا ہے اُن کی خانہ جنگی نے
مسلمانوں کی حالت ابتر ہو تو کیونکر ہو

دُعَا

نوٹ جب اتفاق قومی پر لکچر ہو تو آخر میں دعا کے یہ اشعار پڑھنا اور دل سے مخاطب ہونا چاہیے اور ناظرین سے آمین کہنے کی استدعا کرنی چاہیے۔

مؤلف

اے کہ تیری ذات ہے عالم پناہ — اسود و احمر کا تو ہے بادشاہ

جوڑنا توڑنا تیرے ہاتھ ہے — تیری صنعت جامع اشتات ہے

بھیجیو نکبت نہ کسی قوم پر — رکھیو ہر ایک قوم کو شیر و شکر

ٹوٹے نہ اتفاق میں سنگت کوئی — ہو نہ پراگندہ جماعت کوئی

بند سے بند نہ ہو کوئی جدا — بکھرے نہ شیرازہ کسی قوم کا

پھوٹ کسی قوم میں پڑ جائے جب — ایک سے ایک اُن میں بچھڑ جائے جب

رکھنی ہے باقی تجھے گر اُن کی نسل — تفرقہ کر اُن کا مبدل بہ وصل

ورنہ اگر ہو نہ ملاپ اُن کو راس — اور نہ ہو سر جوڑنے کی اُن کو آس

وہ جئے تو کیا جئے بے آبرو — جلد اُٹھا لے اُنھیں دنیا سے تو

پھوٹ ہو جس قوم میں وہ قوم کیا
حق میں ہے اُس قوم کے بہتر فنا

اسلام تمھارا

از شیخ محمد علی ببر

نوٹ قوم کو ترغیب علم و ہنر کیوقت یہ نظم خوب مزا دیگی۔

(مؤلف)

تحقیر سے لیتا ہی ہر ایک نام تمھارا
خطرے میں ہے اسلامیو اسلام تمھارا

تکمیل کو کیا پہنچے کوئی کام تمھارا
آغاز ہی اچھا ہے نہ انجام تمھارا

پیتے ہو بڑے شوق سے تم بادۂ غفلت
گردش میں ہو خود دور میں ہے جام تمھارا

منزل ہیں مذلت کی ہوئے کس لیے ساکن
کیوں جادۂ عصمت سے ڈگا گام تمھارا

کچھ دن تو رہینگی یہ تن آسانیاں جاری
سب خاک میں ملجائیگا آرام تمھارا

ڈر ہے تو یہ ہے دوسری اقوام کی مانند
دنیا سے نہ مٹ جائے کہیں نام تمھارا

دل چاہیے ہو نور لیاقت سے منور
کیا ڈر ہے جو چہرہ ہے سیہ فام تمھارا

اب بھی کرو اصلاح کی اپنی کوئی صورت
باقی ہے ابھی نام خدا نام تمھارا

خورشید کمالات کے تھے تم ہی اک دن
آفاق میں روشن تھا کبھی نام تمھارا

قوم کی نااتفاقی

نوٹ قوم کی دائمی رنجش اور کدورت پر افسوس کرتے ہوئے اور اسکا نتیجہ ظاہر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے چاہیئں۔ **(مؤلف)**

قوم میں جو دیکھئے چھوٹا بڑا
چنتا ہے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا

مضحکہ خود اپنا بناتے ہیں وہ
اپنے پہ عالم کو ہنساتے ہیں وہ

سوجھتی ملت کی نہیں کوئی بات
یہ جو کہے دن تو وہ کہتا ہے رات

رہتا ہے ایک ایک کے درپے نہان
جس سے جسے دیکھئے ہے بدگمان

زید کا عمرو سے ہے ظاہر ملاپ
دل میں ہے لیکن بھرا دونوں کے پاپ

ایک یہ کہتا ہے کہ میری چلے
دوسرا خواہاں کہ نہ کہ اِس کو ملے

قوم کی قوم آتی ہے بےکس نظر
جاتی ہیں جھاڑو کی سی سینکیں بکھر
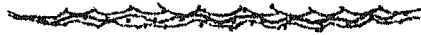
صدائے گدایان قوم

از فخر الشعرا شمس العلما مولانا حالی مرحوم

نوٹ - یہ نظم اسوقت پڑھنی کی ہی جبکہ کسی خاص سے مانگا جائے ورنہ اگر دوران تقریر میں عام حاضرین کے سامنے بھی پڑھی جاوے تو بڑا اثر پیدا کرتی ہے - یہ مقرر کی لیاقت ہی کہ نظم سے پہلے اپنی تقریر میں اس نظم کا محل پیدا کرے ورنہ بے جوڑ معلوم ہوگی۔ (مؤلف)

ڈھونڈنے خضر مبارک کو یہاں آئے ہیں ہم
چھوڑ کر بھٹکا ہوا اک کاروان آئے ہیں ہم

ڈر ہے جو خوش دل ہیں وہ سنکر نہ ہوں پژمردہ دل
سخت عبرت خیز لیکر داستان آئے ہیں ہم

ہند میں اسلام کا پھولا پھلا تھا جو چمن
لیکے اسکا مژدۂ فصل خزاں آئے ہیں ہم

علم جو زندہ کیا تھا آپ کے اجداد نے
آج اسی در پر اسی کے نوحہ خواں آئے ہیں ہم

تاکہ ہو معلوم سب کو قوم کی حالت ہے کیا
اس لئے ڈالے گلے میں جھولیاں آئے ہیں ہم

خود غرض ٹھیرائیں یا مکار سمجھو یا گدا
ذلتیں یہ کرکے سب خاطر نشان آئے ہیں ہم

فخر سب بیجا ہیں ان کی قوم ہے جنکی ذلیل
فخر و عزت کو مٹا کر سب نشان آئے ہیں ہم

تشنگی اپنی بجھانی ہوگی اے آب حیات
لے کے منہ میں قوم کی سوکھی زبان آئے ہیں ہم

اگلا سماں ہمارا

نوٹ عام نظم ہے ہر مناسب موقعہ پر پڑھ سکتے ہیں۔

(مؤلف)

ہندوستان میں آیا جب کاروان ہمارا
سولاکھ پر تھا بھاری اک اک جوان ہمارا
اس درجہ بڑھ گیا تھا کچھ خلق ہاں ہمارا
پڑھنے لگا تھا کلمہ سارا جہان ہمارا
کرتی ادا نمازیں کاموں کو چھوڑ کر سب
جس وقت کہ موذن دیتا اذان ہمارا
وہ شان اور وہ شوکت وہ دبدبہ وہ سطوت
تھا دیکھنے کے قابل اگلا سماں ہمارا
گردش نے گو مٹا دی نام و نشان ہمارے
اسپین میں ہے باقی نام و نشاں ہمارا
ہوا شک بار سنکر ای غیر قوموں والو
حال زبوں کا گر تم سے زبان ہے ہمارا
تدبیر کے ہیں تارک تقدیر کے ہیں شاکر
قسمت [illegible] ہو وہ زبان ہمارا

نظم قومی

مولوی عبدالمجید صاحب پلیڈر لائلپور

بند اوّل

الٰہی پُر اثر اس بزم میں کر دے فغاں میری
دکھا دے جوہر اپنی تیغ سے بڑھ کر زباں میری

وہی دیرینہ قصہ ہے وہی ہے قوم کا رونا
سنے کیوں دل لگا کر کوئی ایسی داستاں میری

مجھے اے درد قومی کیا گریباں تو سمجھ بیٹھا
اڑاتا ہے ترا دست جنوں جو دھجیاں میری

کرم کر اے خدا امید ہے تیری عنایت سے
کہ ہو جائیں گے سارے عیب میرے خوبیاں میری

دل مضطر تو ہی کہہ کس طرح سے ارماں نکالوں میں
جو اپنے آپ بگڑی ہوں انہیں کیونکر منا لوں میں

بند دوم

کوئی حیرت فزا ایسا فسانہ ہو نہیں سکتا
قلق زا کوئی بھی ایسا ترانہ ہو نہیں سکتا

ہدف تیر بلا کے ہم مسلمان اب بنے ایسے
کہ کوئی دوسرا بڑھکر نشانہ ہو نہیں سکتا

جو ہو مد نظر اعزاز قومی تو رہو ملکر
جدا شاخ چمن سے آشیانہ ہو نہیں سکتا

پریشاں کو جمعیت سے ہو کیا نسبت ذرا سوچو
کبھی خرمن کا ہمسر ایک دانہ ہو نہیں سکتا

بایں نا اتفاقی قوم کی اصلاح مشکل ہے
خدا شاہد کہ اس بیمار کو یہ سم قاتل ہے

بند سوم

الہی حشر کیا ہوگا ہماری قوم مضطر کا
کہ پھوٹ آپس میں ہے ان کی اور دل انکا ہے پتھر کا

کوئی دو چار ہوں ایسے تو سمجھا دے کوئی انکو
یہاں لیکن نظر آتا ہے یکساں حال گھر گھر کا

سلگتی گر رہی ان تفرقوں کی کوئی دن آتش
تو دیکھا ہر شرارہ کام اخگر بلکہ مجمر کا

کہ رو صاف آئینہ ایمان کا دل کی کدورت سے
سیہ چہرہ نہ ہو جائے کہیں خورشید انور کا
کبھی نا اتفاقی کے مرض سے بھی شفا ہوگی
کبھی یہ قوم صلح و آشتی سے آشنا ہوگی

بند چہارم

عجب بے طور نقشہ بن گیا ہے اس گلستاں کا
نہیں آتی بہار اس میں گذر اسمیں نہ باران کا
ہماری تفرقوں کی صاحبو ساری کرامت ہے
کہ ہوتا ہے گماں اس گلستان پر اب بیابان کا
لقب جس قوم نے خیر الامم اک وقت پایا تھا
خطاب اس کو ملا ہے آج ننگ نوع انسان کا
بہت ہی فخر تھا اسلام کو اپنی اخوت پر
پر اس کے نام لیوا آج شیدا ہیں عداوت پر

بند پنجم

محبت سے ستم ہائے عداوت ہو نہیں سکتے
عداوت سے کرم ہائے عداوت ہو نہیں سکتے
کریں بربادیاں ویرانیاں فتنے بپا ہر دم
غضب ہرگز یہ صلح و آشتی سے ہو نہیں سکتے

مٹے نام و نشاں تک دہر سے نااتفاقی کا
کئے جو ظلم اس نے ہیں کسی سے ہو نہیں سکتے
خدا توفیق دے اپنے کرم سے نیک ہونے کی
عطا کر دے تو لطف اپنے سے خصلت ایک ہونے کی

بند ششم

ہمارے تفرقے آپس کے سارے ایک ہو جائیں
یہ بدبختی سے جو کچھ ہیں سب کافور ہو جائیں
وہ بالکل محو ہو جائے دلوں میں جو کدورت ہو
یہ سینے بقعۂ انوار مثل طور ہو جائیں
جو کر دی تھی اخوت مذہب اسلام نے قائم
اسی سے پھر یہ اجڑی بستیاں معمور ہو جائیں
طفیل سرور کونین کر ہم پر کرم یا رب
ہماری التجائیں سب کی سب منظور ہو جائیں
دل ناشاد امت سے آہی تیر غم نکلے
بر آئیں آرزوئیں پیشتر اس کے کہ دم نکلے

نظم

نوٹ مندرجہ ذیل نظم لیکچر ایک لیکچر کا حسن دوبالا کرنے میں مدد دیگی مگر مقرر کو چاہیے کہ ساری نظم ایک ساتھ نہ پڑھے ورنہ سامعین اکتا جائیں گے اور جو اثر دلوں پر قائم ہوا ہے زائل ہو جائیگا۔ بلکہ ایک ایک بند مختلف موقعہ پر پڑھنا چاہیئے۔

(مؤلف)

بند اول

خدا جانے کہ ہم پر کیا مصیبت آنیوالی ہے
نہیں معلوم آیندہ جو آفت آنیوالی ہے

بتوں پہ ہیں تصدق ہم خدا سے ہے فراموشی
لکھی ہے جو مقدر میں وہ شامت آنیوالی ہے

یہ بیکاری ہماری روز یہ پیغام دیتی ہے
دل انوار منزل میں کدورت آنیوالی ہے

زبان حال سے کہتی ہے یہ ناگفتہ بہ حالت
جسے کہہ سکتے ہیں قومی ہلاکت آنیوالی ہے

ہوا بے اعتنائی میں شعور اس کا کبھی ہم کو
کہ عزت جانیوالی اور ذلت آنیوالی ہے

اگر دین کی طرف سے کوئی مدت ہم رہے غافل
کبھی زائل نہ ہو جو وہ نحوست آنیوالی ہے

فلاکت نزوں مدت سے دکھائی ذلت و خواری
جب ایماں کو بھی کھو بیٹھیں وہ ساعت آنیوالی ہے

نہیں رکتی ہے دینداری سے دنیا کی طلبگاری
کہ دینداری سے ہی اسلاف نے لی تھی جہانداری

بند دوم

اگر اے نوجوانو خدمت دیں کچھ کرو گے تم
تو میں کہتا ہوں بعد از مرگ بھی جیتے رہو گے تم

تمہاری کوششیں خدمات دینی میں اگر ہونگی
تو دنیا میں بھی تحسین آفریں ہر دم سنو گے تم

یہ مانا دنیوی تم نے وجاہت خوب حاصل کی
مگر بے سود ہے گر دین میں کاہل رہو گے تم

اگر دین محمد سے تمہیں الفت رہی ہر دم
تو غیروں کی عداوت اور شماتت سے بچو گے تم

خدا کے واسطے مائل بسوئے دین ہو جاؤ
یہ آسیب زماں کی سختیاں کب تک سہو گے تم

بہت کچھ ہو چکی اسلام کی بس خانہ بربادی
خدا جانے کہ کب غیرت سے اپنی کام لوگے تم

تمہاری ذات سے ہی کچھ توقع بہتری کی تھی
ہمیں مایوس کیا ان آرزوؤں سے رکھوگے تم
سلف کی خوبیوں میں سے کوئی خوبی دکھا دیجے
بزور ہمت مردانہ بگڑی کو بنا دیجے

بند سوم

تمناؤں کو پہلو میں لئے اب حسرت آتی ہے
دل مضطر سنبھل جا دم میں تجھ پر آفت آتی ہے
ہمیں کیونکر ہو تاب صبر اس دور تسلسل میں
مصیبت پر مصیبت تازہ ہر دم نکبت آتی ہے
رہیں گو حسرت و یاس اپنے دل میں جاگزیں کب تک
وہ ہوں رخصت کہ ان کی جان لیوا ہمت آتی ہے
دکھا دو سارے عالم کو حمیت اسکو کہتے ہیں
بتا دو اس نمط سے مومنوں کو غیرت آتی ہے
یہ دو پیغام اپنی ہمتوں سے ساری دنیا کو
کہ اب وہ پھر مسلمانوں کی پہلی شوکت آتی ہے

کیوں نہ بگڑے قوم جب اصلاح کچھ اسکی نہ ہو
کیوں نہ ہو ناسور پھر جب زخم بے مرہم رہے

چھین لیں گی دوسری قومیں ہماری عزوجاہ
تفرقے یوں ہی جو اپنی قوم میں باہم رہے

وہ شجاعت وہ لیاقت ہم میں اگلی سی کہاں
اپنے ہمعصروں میں اب ہر بات میں ہم کم رہے

میں رہوں اجمیر میں وہ دن خدا دکھلائے میر
میری نظموں کا اثر یورپ سے تا پچھم رہے

شمع نبوت

مولانا ظفر علیخان بی اے

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملیگی عاقل کو وہ قرآن کے سیپاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی سورج کی بوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب

ایل ایل ڈی مرحوم

از شیخ محمد علی مہر

نوٹ دوران تقریر میں اگر کہیں سر سید علیہ الرحمۃ کا ذکر آجاے تو ان کی قومی خدمت کا ذکر کرتے ہوے اگر یہ نظم بھی چسپاں کردی جاے تو کافی اثر ہوگا سر سید کے ذکر سے ہمیشہ یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ اسی طرح ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس بے غرضی سے قومی خدمت کرے۔

ہماری سر سے غفلت کا اتارا بار سید نے
کیا سوتے ہووؤں کو خواب سے بیدار سید نے

جو پایا مفلسی سے قوم کو ناچار سید نے
چلا کر علم کا سکہ کیا زردار سید نے

لیا اسلامیوں کا اپنے سر پر بار سید نے
کریگا کیا کوئی جیسا کیا غمخوار سید نے

سنایا بن کے بلبل پہلے تو اسنا نام کا نغمہ
دکھایا پھر ہرا اخلاق کا گلزار سید نے

مداوا ان کی صحت کا کیا پھر ڈاکٹر بن کے
مسلمانوں کو پا کر مورد آزار سید نے

ترقی کے بجائے خود کیا آباد ایک خطہ
لگایا اس میں پھر ہر علم کا بازار سید نے

کیا نا اتفاقی سے بچا کر متفق سب کو
بڑھائی خوب اپنی قوم کی رفتار سید نے

مسلمانوں کی ہمت پست ہو اُن کو اُبھار ا دو
یہ دل میں ٹھان کر کیا کچھ کیا سردار سید نے

کیا پوری اولو العزمی سے ہر اک کام کو پورا
نہ رکھا قوم کو بیکار آخر کار سید نے

علوم مغربی کا قوم کو پہنا دیا خلعت
فضیلت کی سروں پر باندھ دی دستار سید نے

سلوک اچھے کرونگا قوم سے میں آ کے دنیا میں
ازل سے کر لیا تھا میر یہ اقرار سید نے

قومی نظم

از نواب صدر الدین حسین خان صاحب نصاصدر

نوٹ ـ یہ نظم خاص طریق سے اگر ادا کیجائے تو مسلمانوں کے خون میں ترغیب علم کا جوش پیدا کئے بغیر نہ رہیگی ـ

یہ آج ہمدرد جمع ہو کر تمھیں بہ منت جگا رہے ہیں
چلے چلو رہ نہ جاؤ پیچھے کہ قافلے آگے جا رہے ہیں

اُٹھو اُٹھو جلد اے عزیزو کہ دن بُرے سر پہ آرہے ہیں
بڑھو بڑھو جلد اے جوانو کہ غیر ہمت دلا رہے ہیں

ہنر پہ جنکا ہوا تسلط وہ آج ہاتھی پہ جا رہے ہیں
کیا جہالت نے جن پہ قبضہ وہ آج گھوڑے کھجا رہے ہیں

تمھاری غفلت سے دین کو غم پٹک رہی ہے سر اپنا دنیا
سسک رہے ہیں اُدھر کو بیوہ یتیم اِدھر تلملا رہے ہیں

یہ اپنی عزت یہ اپنی ذلت یہ اپنی ثروت یہ اپنی راحت
لٹا رہے ہیں اڑا رہے ہیں گنوا رہے ہیں مٹا رہے ہیں

اُدھر ہے تعلیم اور محنت اِدھر جہالت ہے اور خفت
وہ نیو اپنی جما رہے ہیں یہ اپنی بنیاد ڈھا رہے ہیں

وہ ایسے علم و ہنر کے جویا یہ ایسے اپنا تھا وہ بھی کھویا

اُدھر وہ گلشن لگا رہے ہیں اِدھر یہ کانٹے بچھا رہے ہیں

یہ عالموں میں بڑھی جہالت کہ اک سے اک کو ہوئی عداوت
وہ اُن کو کافر بنا رہے ہیں۔ یہ اُنکو کافر بتا رہے ہیں

جو ہم میں اہل دول ہیں باقی تو اُن کی ظاہر ہے یہ علامت
کہیں کبوتر اُڑا رہے ہیں کہیں بٹیریں لڑا رہے ہیں

دعا ہے صدر حسنین کی یارب تو کر اُس امت کی خیر اسلم
نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن عجب کشاکش ہیں آ رہے ہیں

قومی نظم دیگر

از نواب صدر صاحب

نوٹ قوم گذشتہ کی یاد دلانے کو موقع پر یہ نظم مفید ہوگی خصوصاً ذکر ہو کہ اگر قوم کی بہتری کا کوئی کام نہ ہوا تو زندگی کا کوئی نتیجہ نکلا۔

حال ابتر قوم کا ہم سے نہ دیکھا جائے گا
ای خدا اچھی گھڑی کس دن ہمیں دکھلائیگا

باپ دادا کے چلن پر چل نہ آنکھیں میچکر
ورنہ گھر تیرا اسی دم خاک میں ملجائیگا۔

تیری جینے سے خوشی ہو قوم کو ایسا تو جی
ورنہ یہ جینا ترا کچھ کام کس دن آئیگا

ہاتھ پیروں کو ہلا کر قوم کی خاطر بھی کر
ایک دن آخر کو تو بے دست و پا ہو جائیگا

گر تجھے زر کی طلب ہے کر تو محنت اختیار
آسمان سے کچھ خدا سونا نہیں برسائیگا

دے تجھے دینا ہے جب تک ہاتھ ہیں تیرے کھلے
موت کی ہاتھوں میں جب آجائیگا پچھتائیگا

دولت دنیا و دیں دونوں میں کچھ باقی نہیں
کیا رہا ہے پاس تیرے جسپہ تو اترائے گا

وقت پانی کی طرح بہتا چلا ہے ہوش کر
جب گیا یہ ہاتھ سے پھر کون اسکو لائیگا

فریاد بحضور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا

از قاضی حمید الدین صاحب حمید

نوٹ - جب بزرگان دین درویش اور اولیا اللہ کا ذکر ہو تو مخاطب ہو کر ان کے یہ فریاد کرنی چاہیئے

اے نظام الدین بگڑا دین قدسی کا نظام
ہو گئیں دنیا و دین کی نعمتیں ہم پر حرام

زاہدوں نے کر دیا اب ہمکو دنیا سے جدا
اور کیا ایجاد واعظ نے نیا علم کلام

یعنی بے محنت ملیں بیٹھے بٹھائے روٹیاں
اور دروازوں پہ ان کے ہو ہجوم خاص عام

غسل میت یا خطاب کفر کی دھن کی سوا
عمر بھر ان کو نہ کچھ کرنا پڑا یاں اور کام

آہ خود کاہی نے سکھلائیں ہزاروں بدعتیں
شیخ نے اپنی پرستش کا بچھا رکھا ہے دام

سینکڑوں ہم میں ہیں ایسے جنکو آتا ہے وجد
جب کہیں کوئی مشقت کا اٹھیں کھلاؤ کام

یہ طریقہ یہ چلن یہ زہد ظاہر یہ خیال
ہر جگہ رنداں دین پرور نے رکھا تھا حرام

اُن کو محنت اور مشقت سے نہ کوئی عار تھا
کر گئے ہیں نام دنیا میں وہ پاکان انام

کر رہے ہیں آہ درویشی کو اب ناداں خراب
یاد کر لی ہیں انھوں نے چند باتیں خشک خام

ورنہ ہے اسلام درویشی تو درویشی ہے دین
ہے مگر اب اور کچھ زاہد کا موضوع کلام

اب تصوف رہ گیا ہے نام اُس مقصود کا -
یعنی صوفی کے لئے لازم ہے بیکاری مدام

آہ ہو جس قوم میں عجب و جہالت کا یہ حال
کس طرح دنیا و دین کی دھن سے ہو گی شاد کام

ایک ذرہ بھی نہیں فارغ یہاں پر کام سے
خالق علام نے قائم کیا ہے یہ نظام

عالم اسباب میں آکر ہر اک انسان کو
کرنا پڑتا ہے وہی جو کر گئیں قومیں تمام

یعنی پیہم علم وہ پاسکے خدا کی نعمتیں
اور جہاں آفاق میں وہ با اصول انتظام

چھین لیتا ہے وہ تیغ خرد سے بحر و بر کو چیر کر
تاکہ ہو شان خلافت کی ہر اک تحقیق تمام

آسمانوں اور زمینوں میں ہیں جتنی نعمتیں
ہیں یہ سب بندوں کے لئے پیدا ہوئیں بالا تمام
ہے خدا کی معرفت انعام ہر ذی ہوش کا
پا گئے یہ راز پا کر عارف اپنا احترام
دیکھئے اب آپ اپنے نام لیواؤں کا حال
ہے گدائی پر انھیں اب خواہش ناموس و نام
ہے نحوست کچھ عجب اس قوم پر چھائی ہوئی
شامت اعمال سے آفت ہے اک آئی ہوئی

فغان مسلم

جناب خادم علیخانصاحب اختر اکبرآبادی

اب جہاں دکھ درد کہنے کے لئے جاتے ہیں ہم
دل کے ٹکڑوں کو زباں پر رکھ کے [illegible] ہیں ہم
المدد اے حاضر و غائب ہمارے المدد
بیکسی پر اپنی آزردہ ہوئے جاتے ہیں ہم

ناز پروردہ ہیں یارب ہم تری محبوب کے
اور دل خون گشتہ اپنا تجھکو دکھلاتے ہیں ہم

تیرے ہوکر یہ ہمارا حال ہے اے فخر قوم
بات تو ایسی ہے جسے کہتے بھی شرماتے ہیں ہم

اک زمانہ تھا تسلی غیر کو دیتے تھے ہم
اک زمانہ ہے کہ اپنے دم سے گھبراتے ہیں ہم

بوجھ غیروں کا اٹھا لیتے تھے ہم سر پہ کبھی
اب تو اپنا بوجھ بھی غیروں سے اٹھواتے ہیں ہم

تہلکہ تھا کل ہماری تیغ عالمگیر کا
آج اپنی قوم کو ہی ہاتھ دکھلاتے ہیں ہم

دینے والے تھے ہمیں پہلے خدا کی راہ میں
اب خدا کی راہ میں ملجائے تو کھاتے ہیں ہم

کل ہمارا ذکر حسن شاہد مقصود تھا
آج اپنا حال بھی کہتے شرماتے ہیں ہم

اک زمانہ تھا کہ ہم دنیا کو دیتے تھے سبق
شیخ جی اب تو ہر اک مکتب میں کہلاتے ہیں ہم

پڑھتے تھے ہر وقت بیٹھے قصہ اصحاب فیل
اور [illegible] اوروں سے بھی [illegible] جاتے ہیں ہم

ناتوانی کا یہ عالم ہے کہ اٹھ سکتے نہیں
زور بازو پر یا اللہ کی قسم کھاتے ہیں ہم

اب نہ وہ اخلاق باقی ہیں نہ وہ ایثار نفس
اور شیدائے رسول اللہ کہلاتے ہیں ہم

دوسروں کی کیا سنیں اپنا ہی وہ قصہ ہے اب
ہوش میں کہتے ہیں اور بیہوش ہو جاتے ہیں ہم

فکر لا حاصل ہماری خواب سے بڑھکر نہیں
نیند آنکھوں میں ہے اور بیدار کہلاتے ہیں ہم

رہنمائے غیر تھے نقش قدم اپنے کبھی
رہنمائی کس کی اب خود ہی مٹے جاتے ہیں ہم

تو ہمیں ڈھونڈا کریگا ظلم کرنے کے لئے
تیرے ہاتھوں سے بھی اب اے آسمان جاتے ہیں ہم

اور بڑھ کچھ اور بڑھ پیدا ہے بانگ جرس
کیا غضب ہے کاروان بنکر لٹے جاتے ہیں ہم

رحم کر اے ابر رحمت دیکھ تو کیا حال ہے
آنسوؤں سے داغ دل دھوتے ہیں دھلواتے ہیں ہم

ہم بھی کیا خواب پریشاں ہیں کسی مخمور کے
ذہن میں سو بار آ آکے اڑے جاتے ہیں ہم

یا الٰہ العالمین یا رحمۃ للعالمین
سب سے خالی اپنی جھولیاں پاتے ہیں ہم

لیکن اسیر بھی ہماری تو قناعت دیکھ لے
فاقے کرتے ہیں تری نعمت پہ اتراتے ہیں ہم

کیا نہیں ہے اب ہماری بھوک کا تجھکو خیال
ایک در کے مانگنے والے تو کہلاتے ہیں ہم

یوں لٹے دولت تری اور لوٹ کر کھا جائیں غیر
منہ ہر ایک کا دیکھتے ہیں اور رہ جاتے ہیں ہم

جانتے ہیں تجھ سے اپنا حال پوشیدہ نہیں
منہ لگے ہیں اس لئے پھر بھی کہے جاتے ہیں ہم

تونے جو احسان کئے ہیں ہم پہ وہ بھی یاد ہیں
تو جو بھولا تھا وہی اب بھی تجھے پاتے ہیں ہم

کیوں نہیں جھکتا ہے ہم پر اب ترا دست کرم
دن بدن کیوں تیری نظروں سے گرے جاتے ہیں ہم

تیری رحمت کی تو یارب اور ہی کچھ شان ہے
جسکو دیتا ہے اپنا ہیچ ہوکے اتراتے ہیں ہم

ہم نے مانا سب ہمارے حوصلے جاتے رہے
ہم نے مانا اپنی غفلت کی سزا پاتے ہیں ہم

ہم کو اپنے پاؤں کی لغزش سے کب انکار ہے
پستی ہمت سے اپنی خود ہی شرماتے ہیں ہم

رحم کر مالک ہے تو مختار کہلاتا ہے تو
[illegible] مجبور کہلاتے ہیں ہم

تجھ سے کچھ کہنے کے لائق تو ہمارا منہ نہیں
یارب اتنا عرض کر کے چپ ہوئے جاتے ہیں ہم

اب جو باقی ہے مسلمانوں کی ہستی دیکھ لو
صاحب معراج کے پیاروں کی پستی دیکھئے

ہمارا وطن

پروفیسر اقبال

سارے جہاں سے بہتر ہندوستان ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستان ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشک جناں ہمارا
اے آب رود گنگا وہ دن ہے یاد تجھکو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا
اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا
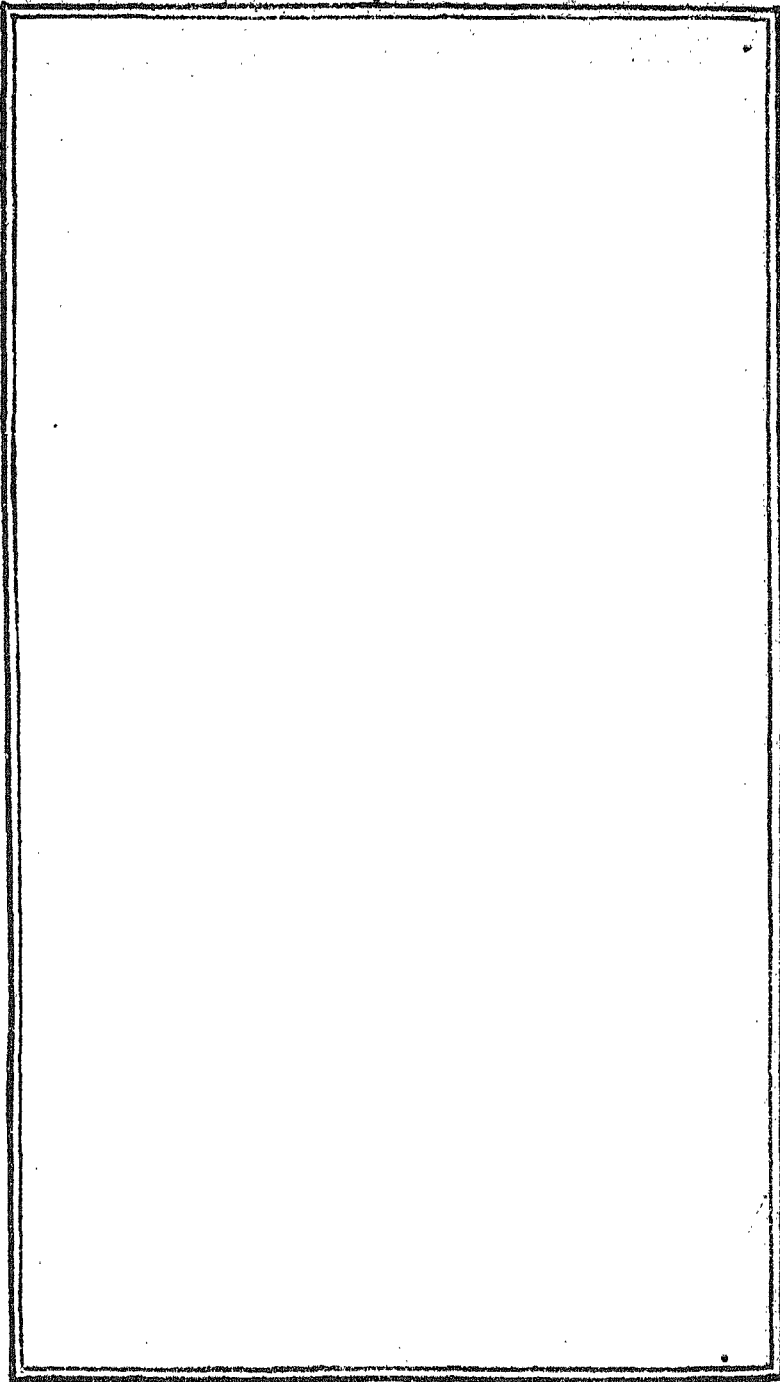
اعلان

کتاب ہذا نیز عزیزی پریس بک ڈپو کی دیگر تمام کتابیں جو پردہ نشین (زنانہ) لائبریری میں فروخت ہو رہی ہیں اور عزیزی پریس کی مطبوعہ ہیں ان تمام کتابوں کے حقوق تالیف و تصنیف معقول معاوضے دیکر مصنفین سے خرید لئے گئے ہیں۔ لہذا ہر قسم کے حقوق بحق عزیزی پریس آگرہ محفوظ ہیں۔

کوئی صاحب ان کتابوں کے چھاپنے یا ان میں سے انتخاب کرنے کا ارادہ نہ کریں ورنہ نقصان اٹھائینگے

جس قدر کتب مطلوب ہوں عزیزی پریس بک ڈپو سے طلب کر سکتے ہیں۔

عبدالعزیز خاں (مالک عزیزی پریس آگرہ)

(باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر و پبلشر کارخانہ عزیزی پریس آگرہ میں چھپا)